اسلامیات لازمی

9

برائے جماعت نہم

بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ

اسلامیات

برائے جماعت نہم

برائے:
بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ

اپیل!

بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ طلبہ کے لئے نصاب کے تحت معیاری درسی کتب کی تیاری پر مامور ہے۔ بورڈ اس سلسلے میں نامور ماہرین کی خدمات سے استفادہ کرتا ہے۔ اگرچہ کتابوں کے مواد اور معیار کو بہتر بنانے کے لئے مسلسل کوششیں کی جارہی ہیں۔ اس کے باوجود بھی بہتری کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ غلطیوں کے امکانات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ اس پسِ منظر میں گزارش ہے کہ ہماری رہنمائی فرمائیں تاکہ درسی کتب کے معیار کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔

یحییٰ خان مینگل
چیئرمین
بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ
فون/فیکس نمبر: 081-2470501
ای میل: btbb_quetta@yahoo.com

جملہ حقوق بحق بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ محفوظ ہیں

منظور کردہ صوبائی محکمہ تعلیم حکومت بلوچستان کوئٹہ، پاکستان No. SO (Academic)/ EDN:/ 2-6/ 2276 مورخہ 18 جنوری 2013 بمطابق قومی نصاب 2006ء اور نیشنل ٹیکسٹ بک اینڈ لرننگ میٹریل پالیسی 2007ء دفتر ڈائریکٹر بیورو آف کریکولم اینڈ ایکسٹینشن سینٹر بلوچستان کوئٹہ بحوالہ مراسلہ نمبر 9019/ C.B مورخہ 21 جنوری 2013 اس کتاب کو بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ نے ناشر سے پرنٹ لائسنس حاصل کر کے سرکاری سکولوں میں مفت تقسیم کے لیے بھی طبع کیا ہے۔ بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ اور ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کا کوئی حصہ کسی امدادی کتاب یا گائیڈ وغیرہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

مصنفین: مس سبین اکبر اسٹنٹ پروفیسر، بلوچستان یونیورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی (BUIT)، کوئٹہ

مولانا محمد ہاشم کاکڑ پانیزئی (ایم اے۔اسلامیات/عربی)

ذیشان ہاشمی (ایم اے۔اسلامیات)

ایڈیٹر —— پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد جعفر

انٹرنل ریویو کمیٹی:

- ڈاکٹر امام الدین
- خالد محمود
- زبیدہ جبیں
- رضوانہ غنی
- پروفیسر عبدالباری رئیسانی

پراونشل ریویو کمیٹی:

- ڈاکٹر عبدالعلی
- سید مجید شاہ
- نعمان الحق صدیقی
- پروفیسر نذر محمد
- مسز رضیہ ابراہیم
- مس شائستہ خیر محمد
- عبدالخالق بغلانی

لے آؤٹ —— امجد قادری

تیار کردہ: نیو کالج پبلی کیشنز (رجسٹرڈ) کوئٹہ

پرنٹر: —— نیو کالج پبلی کیشنز (رجسٹرڈ) کوئٹہ

نگران طباعت: عبیداللہ مینگل (ماہر مضمون)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
باب اوّل ...... القرآن الکریم	
قرآنِ مجید۔تعارف اور فضائل	5
منتخب قرآنی آیات (۱ تا ۱۰)(ترجمہ وتشریح)	11
باب دوئم ...... الحدیث	
حدیث وسنت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات	22
احادیث (۱ تا ۱۰)	28
باب سوئم ...... موضوعاتی مطالعہ	
(الف) ایمانیات اور عبادات	37
۱۔ عقیدۂ توحید	43
۲۔ عقیدۂ رسالت	
نبوت ورسالت کا معنی ومفہوم، ضرورت نبوت ورسالت	
حُبِّ رسول، اطاعت اتباع، ختم نبوت	
(ب) سیرتِ طیبہ/اسوۂ حسنہ	
۱۔ بعثت نبوی ﷺ	50
۲۔ دعوت وتبلیغ	54
۳۔ ہجرت مدینہ اور غزوات	58
(ج) اخلاق وآداب	
۱۔ علم کی اہمیت وفضیلت	77
۲۔ اسلام میں خاندان کی اہمیت	82
باب چہارم...... ہدایت کے سرچشمے/مشاہیر اسلام	
۱۔ حضرت امام حسینؓ	86
۲۔ حضرت ابوعبیدہ ابنِ الجراحؓ	90

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

باب اوّل

القرآن الکریم

قرآنِ مجید۔ تعارف اور فضائل

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ o (سورۃ البقرۃ ۲:۲۰)

''اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے''

مقاصدِ تدریس

اس سبق میں آپ یہ موضوعات پڑھیں گے۔

☆ قرآنِ مجید کا مفصّل تعارف ☆ قرآنِ مجید سے مسلمانوں کا تعلق ☆ قرآنِ مجید کی خصوصیات اور فضائل

تعارفِ قرآنِ مجید

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ علم اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ قرآن مجید سورتوں اور آیتوں کی شکل میں حضور ﷺ پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ برسوں میں نزول کی تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب مبین ۱۱۴ سورتوں، ۶۶۶۶ آیات، ۳۰ سپاروں اور ۷ منزلوں پر مشتمل ہے۔ قرآنِ مجید کی سب سے مختصر ترین سورت سورۃ الکوثر اور طویل ترین سورت سورۃ البقرۃ ہے۔ ساری کائنات میں یہ کتاب ایک ایسا زندہ معجزہ ہے جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ کتابِ حکمت ہے، فلسفہ ہے، تاریخ ہے، ادب ہے، قوموں کے عروج وزوال کی داستان ہے۔ محکم اصولِ فطرت کا بیان ہے، دعوتِ غور وفکر ہے، دعوتِ عمل ہے، معاشرتی اور سماجی بہبود کی دستاویز ہے، انفرادی اصلاح کے لئے نسخہء کیمیا ہے، مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روشنی کی کرن ہے، شفائے جسمانی اور روحانی ہے۔ اس میں زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ خالقِ کائنات اور خود انسان کو سمجھنے کے لئے کتاب ہدایت ہے۔ اس کا پڑھنا باعثِ ثواب ہے۔ اس کا سمجھنا باعثِ ہدایت ہے اور اس پر عمل کرنا باعث نجات ہے۔ دنیا وآخرت کی کامیابی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔

قرآن۔ معنی ومفہوم

قرآن کا لفظ قرأۃ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں ''پڑھنا'' چونکہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام جب وحی لیکر آتے تو آنحضرت ﷺ کو پڑھ کر سنایا کرتے۔ اس لیے اسے قرآن کہا گیا۔

لفظ قرآن کے معنی ''مطالعہ کی جانے والی'' ۔ ''پڑھی جانے والی'' کے ہیں۔ چونکہ قرآنِ مجید دنیا میں سب سے زیادہ

پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن کہا۔ شرعی اصطلاح میں قرآن عزیز وہ الہامی کتاب ہے جو آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر تقریباً ۲۳ برس کے عرصے میں وحی کی شکل میں نازل ہوئی۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی طرف ہدایت ناموں کی آخری کڑی ہے۔

قرآن کریم کے نام

قرآن پاک کے اسماء کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں۔ ان میں سے کتاب البرہان کا بیان یہ ہے "قرآن پاک کے پچپن نام ایسے ہیں جو قرآن پاک سے ماخوذ ہیں۔ اس میں سے چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

الکتاب

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ o (سورۃ البقرۃ۔۲:۲)

ترجمہ: "اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے"

دنیا کی تمام کتابوں میں کتاب کہلانے کا مستحق صرف قرآن ہے۔

الفرقان (یہ کتاب سچ اور جھوٹ میں فرق کرتی ہے۔)

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا o (سورۃ الفرقان۔۲۵:۱)

ترجمہ: "برکت والی ہے وہ ذات جس نے فیصلہ کی کتاب کو اپنے بندے پر اتاری تاکہ وہ دنیا جہان کو خبردار کرے"۔

النور

قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ o (سورۃ المائدہ۔۵:۱۵)

ترجمہ: "بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آچکا ہے"

الشفاء

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ o (بنی اسرائیل:۱۷:۸۲)

ترجمہ: "اور ہم وہ قرآن نازل کر رہے ہیں جو شفا ہے"

العلم

مِنْ بَعْدِمَا جَآءَ ھُمُ الْعِلْمُ o (سورۃ الشوریٰ۔۴۲:۱۴)

ترجمہ:۔ "یہ کتاب سراپا علم و معرفت ہے"

البیان

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (سورۃ الرحمٰن۔۵۵:۴)

ترجمہ: ''اس نے اسے سکھلایا بات کرنا''

ہدایت دینے والی کتاب

وَ هُدىً وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ یونس۔۱۰:۵۷)

ترجمہ: ''یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے''۔

اسی طرح کہیں اسے ''حکیم''یعنی حکمت سے بھرپور کہا گیا ہے۔کہیں اسے ''مبارک''یعنی بابرکت کہہ کر پکارا گیا ہے۔

قرآنِ مجید ایک ایسی جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتی ہے اور اس کی یہ رہنمائی کسی خاص زمانے اور قوم کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک تمام دنیائے انسانیت کے لیے ہے۔انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو اس کتاب میں زیرِ بحث نہ آیا ہو۔یہ کتاب عبادات' اخلاقیات' معاشیات' سیاسیات' معاشرت' تاریخ' عمرانیات اور موجودہ سائنسی علوم کی بنیاد اور اساس ہے۔دنیا میں علم کا منبع ہی دراصل قرآن ہے۔

قرآنِ مجید سے مسلمانوں کا تعلق

ویسے تو قرآنِ مجید اللہ کی وہ کتاب ہے جو تمام بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے۔کوئی بھی انسان خواہ وہ کسی بھی مذہب اور مسلک سے تعلق رکھتا ہو اس کتابِ ہدایت سے رہنمائی لے سکتا ہے۔مگر مسلمانوں کا اس کتاب سے تعلق کسی اور ہی قسم کا ہے۔قرآنِ مجید سے ایک مسلمان کا تعلق بالکل ویسا ہی ہے جیسے جسم کا روح سے۔قرآن نہیں تو اسلام نہیں۔قرآن نہیں تو مسلمان روحِ اسلام سے محروم ہے۔قرآن نہیں تو رشد و ہدایت نہیں۔قرآن مجید مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا وسیلہ ہے اور سربلندی اور خوشحالی کا یقینی ضابطہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری حج کے موقع پر فرمایا تھا ''اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب قرآن اور دوسری میری سنت۔تم جب تک انھیں تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے''۔(موطا امام مالک)

فضائلِ قرآن

قرآنِ مجید ربِّ کائنات کی کتاب ہے جو بے مثال خصوصیات اور خوبیوں کا مجموعہ ہے۔(۱) قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری الہامی کتابِ ہدایت ہے جو روزِ قیامت تک انسانوں کو ہدایت دیتی رہے گی۔اس کے بعد کوئی اور

کتاب نازل نہیں کی جائیگی۔ کیونکہ اس کتاب برحق میں انسانوں کی تمام مشکلات کا حل پیش کر دیا گیا ہے اور انسانوں کو مزید کسی الہامی کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

(۲) لہٰذا اس کا قیامت کے دن تک محفوظ رہنا از حد ضروری ہے تا کہ ہر زمانے کا انسان اس سے ہدایت حاصل کرتا رہے۔ اس میں تبدیلی کے کسی بھی امکان سے بچنے کے لیے اس کی حفاظت کا ذمہ خود پروردِگارِ عالم نے لیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ٥ (سورۃ الحجر۔۱۵:۹)

''بلاشبہ یہ ذکر (قرآن پاک) ہم نے نازل کیا ہے۔ اور ہم خود اس کے محافظ ہیں''۔

(۳) قرآنِ مجید فصاحت و بلاغت کا وہ شاہکار ہے جس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ یہ ہر لحاظ سے سراپا اعجاز ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ قرآن کے مخالفوں کو دعوت دیتے ہیں کہ قرآن کی مانند ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ ۪٥ (سورۃ البقرۃ۔۲:۲۳)

''اور جو کتاب ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے اگر تمہیں اس میں کوئی شک ہے تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ''۔

(۴) قرآنِ مجید ہدایت ربانی کا مکمل متن ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتی ہے۔ اس میں انسانی زندگی کی حقیقت، خیر وشر، حلال وحرام، اجر وثواب، اخلاقی تعلیمات، عبادات، عبرت انگیز تاریخی واقعات، جہاد فی سبیل اللہ غرض ہر طرح کے مضامین ہیں۔ جن میں انسان کے لیے رہنمائی ہی رہنمائی ہے۔

(۵) قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا جو ایک زندہ زبان ہے۔ یہ زبان آج بھی دنیا کے بے شمار ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور دنیا کی بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔

(۶) ان تمام خصوصیات سے بڑھ کر قرآن کا سب سے بڑا اعجاز اور امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے انسان کو یہ تصور دیا کہ دین اور دنیا دو مختلف چیزیں نہیں ہیں۔ دین دنیاوی زندگی اور آخرت کی زندگی کے لیے فلاح ونجات حاصل کرنے کے ذرائع فراہم کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قرآنِ مجید سیکھنے اور سکھانے کو بڑی نیکی قرار دیا اور اس انسان کو بہترین انسان قرار دیا جو قرآن سیکھتا ہے اور پھر اس کی تعلیمات کو اوروں تک منتقل کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

خَیۡرُ کُمۡ مَنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ وَ عَلَّمَہٗ٥ (ترمذی، فضائل القران)

''تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآنِ کریم سیکھے اور اس کو سکھائے (یعنی اسے دوسروں کو پڑھائے)''

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات تحریر کریں۔

i) قرآنِ مجید کا ایک جامع تعارف اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

ii) قرآنِ مجید سے مسلمانوں کا تعلق کس قسم کا ہے؟ بیان کریں۔

iii) اللہ کی کتاب قرآن مجید فضائل اور خصوصیات سے بھرپور ہے۔ آپ قرآنِ مجید کے چند فضائل لکھیں۔

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

i) اسلامی تعلیمات کا اصل سرچشمہ............... ہے۔

ii) لفظ قرآن کے معنی............... کے ہیں۔

iii) .... کے مطابق قرآنِ مجید کے پچپن نام ہیں۔

iv) بے شک یہ ذکر (قرآن) ہم نے نازل کیا اور ہم خود اس کے............... ہیں۔

3۔ درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کریں۔

i) اللہ تعالیٰ نے قرآن کے مخالفین کو دعوت دی ہے کہ قرآن جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ ☐

ii) قرآن مجید اپنے اندر انسان کی تربیت و تزکیہ کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ☐

iii) بائبل نے انسانوں کو یہ تصور دیا کہ دین اور دنیا دو مختلف چیزیں نہیں ہیں۔ ☐

iv) قرآنِ مجید کی آفاقیت اس کی ابدیت کی دلیل ہے۔ ☐

v) قرآن کا لفظ قرن سے مشتق ہے۔ ☐

4۔ ذیل میں ہر سوال کے چار جوابات دیئے گئے ہیں درست جواب کا انتخاب کریں۔

i) قرآن کا موضوع ہے:

(الف) جنت (ب) انسان (ج) نبی کریم ﷺ (د) مسلمان

ii) قرآن کریم کا نزول جاری رہا تقریباً:

(الف) ۱۰ سال (ب) ۱۳ سال (ج) ۲۳ سال (د) ۲۴ سال

iii) اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔

(الف) زبور (ب) تورات (ج) انجیل (د) قرآن مجید

(iv قرآن حکیم محفوظ ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

(الف) مسلمانوں نے (ب) صحابہ نے (ج) اللہ تعالیٰ نے (د) رسول اللہ ﷺ نے

(v قرآن کریم میں سورتوں کی تعداد ہے۔

(الف) ۳۰ (ب) ۷ (ج) ۶۶۶۶ (د) ۱۱۴

(vi قرآن مجید کا ایک نام نور ہے اس کے معنی ہیں:

(الف) حکمت والا (ب) عبرت اور نصیحت والا

(ج) روشنی اور ہدایت دکھانے والی (د) رحمت والا

(vii قرآن مجید کس مہینہ میں نازل ہونا شروع ہوا۔

(الف) محرم (ب) رمضان (ج) ربیع الاوّل (د) شعبان

5۔ ذیل میں دیئے گئے جملے کس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟

(i یہ بنی نوع انسان کی طرف ہدایت ناموں کی آخری کڑی ہے۔

(ii یہ دینِ اسلام کی بنیاد اور اساس ہے۔

(iii میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں انھیں تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

(iv یہ ایک زندہ زبان ہے اور آج بھی دنیا کے کئی ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

(v اس کا نگہبان اللہ ہے۔

6۔ مختصر جواب تحریر کیجئے۔

(i اللہ تعالیٰ خود اپنی کتاب کی حفاظت کیوں فرما رہے ہیں؟

(ii قرآنِ مجید نے جاہل عربوں کی کایا پلٹ دی۔ یہ کس بات کا ثبوت ہے؟

(iii قرآن مجید کے چند نام معنی کے ساتھ لکھیئے۔

منتخب قرآنی آیات

(ترجمہ وتشریح)

آیت نمبر......ا: (سورۃ البقرہ۔۲:۱۷۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ

لَیۡسَ	الۡبِرَّ	اَنۡ	تُوَلُّوۡا	وُجُوۡہَکُمۡ	قِبَلَ	الۡمَشۡرِقِ	وَ	الۡمَغۡرِبِ	وَ لٰکِنَّ
نہیں	نیکی	کہ	تم کرلو	اپنے منہ	طرف	مشرق	اور	مغرب	اور لیکن

نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو، مگر

الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ

الۡبِرَّ	مَنۡ	اٰمَنَ	بِاللّٰہِ	وَ الۡیَوۡمِ	الۡاٰخِرِ	وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ	وَ الۡکِتٰبِ	وَ	النَّبِیّٖنَ	وَ اٰتَی	الۡمَالَ
نیکی	جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور دن	آخرت	اور فرشتے	اور کتاب	اور	نبی (جمع)	اور دے	مال

نیکی یہ ہے جو ایمان لائے اللہ پر، اور یوم آخرت پر، اور فرشتوں، اور کتابوں پر، اور نبیوں پر، اور اس کی محبت

عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ

عَلٰی حُبِّہٖ	ذَوِی الۡقُرۡبٰی	وَ الۡیَتٰمٰی	وَ الۡمَسٰکِیۡنَ	وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ	وَ السَّآئِلِیۡنَ
اس کی محبت پر	رشتہ دار	اور یتیم (جمع)	اور مسکین (جمع)	اور مسافر	اور سوال کرنے والے

پر مال دے رشتہ داروں کو، اور یتیموں، اور مسکینوں کو، اور مسافروں کو، اور سوال کرنے والوں کو،

وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ

وَ فِی الرِّقَابِ	وَ اَقَامَ	الصَّلٰوۃَ	وَ اٰتَی	الزَّکٰوۃَ	وَ الۡمُوۡفُوۡنَ	بِعَہۡدِہِمۡ	اِذَا	عٰہَدُوۡا
اور گردنوں میں	اور قائم کرے	نماز	اور ادا کرے	زکوٰۃ	اور پورا کرنے والے	اپنے وعدے	جب	وہ عہد کریں

اور گردنوں (کے آزاد کرانے) میں، اور نماز قائم کرے، اور زکوٰۃ ادا کرے، اور جب وہ وعدہ کریں تو اسے پورا کریں،

وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ

وَ الصّٰبِرِیۡنَ	فِی	الۡبَاۡسَآءِ	وَ الضَّرَّآءِ	وَ حِیۡنَ	الۡبَاۡسِ	اُولٰٓئِکَ	الَّذِیۡنَ	صَدَقُوۡا
اور صبر کرنے والے	میں	سختی	اور تکلیف	اور وقت	جنگ	یہی لوگ	وہ جو کہ	انہوں نے سچ کہا

اور صبر کرنے والے سختی میں، اور تکلیف میں، اور جنگ کے وقت، یہی لوگ سچے ہیں،

وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

وَ اُولٰٓئِکَ	ہُمُ	الۡمُتَّقُوۡنَ
اور یہی لوگ	وہ	پرہیزگار

اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

تعارف:...... مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ قرآن مجید کی ترتیب کے لحاظ سے دوسری سورت سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۷ ہے۔

سورۃ البقرۃ قرآنِ مجید کی طویل ترین سورت ہے۔ یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوع ہیں۔

تشریح:...... ہر قوم اور ہر مذہب کا اپنا ایک مخصوص امتیازی شعار ہوتا ہے۔ جس کے بغیر اس کا تشخص قائم نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے یہ شعار بیت اللہ قرار دیا۔ جبکہ یہودی اور عیسائی بیت المقدس کو قبلہ سمجھتے تھے کیونکہ ان کا قومی اور مذہبی تشخص بیت المقدس سے وابستہ تھا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے صرف خانہ کعبہ (بیت اللہ) ہی قبلہ ہوسکتا تھا جو اس موحدِ اعظم کی یادگار اور توحیدِ خالص کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

آنحضرت ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تقریباً سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اس کے بعد یکا یک خانہ کعبہ کو قبلہ قرار دے دیا گیا اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آ گیا۔ اس طرح مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے بدل کر بیت اللہ (خانہ کعبہ) ہو گیا۔ اس پر جاہل نادان اور متعصب لوگوں نے اعتراض کیا کہ قبلہ تبدیل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ خدا کسی ایک ہی طرف جما بیٹھا ہے اور بس اسی سمت رُخ کرنے سے اس کی عبادت کی جاسکتی ہے۔ آیت کے پہلے حصے میں (نیکی مشرق و مغرب کی طرف منہ کر لینے میں ہی نہیں ہے) ان نادانوں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ ان کے دماغ تنگ تھے۔ نظر محدود تھی۔ وہ سمت اور مقام کے بندے بنے ہوئے تھے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ خدا کسی خاص سمت میں مقید ہے۔ اس لیے ان کے جاہلانہ اعتراض کی تردید میں یہی فرمایا گیا کہ مشرق و مغرب سب اللہ کے ہیں۔ کسی سمت کو قبلہ قرار دینے کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ اللہ صرف اسی جانب ہے۔

آیت کے اگلے حصے میں واضح کیا گیا کہ اصل نیکی تو ان عقائد پر ایمان رکھنا ہے جو اللہ نے بیان فرمائے اور ان اعمال و اخلاق کو اپنانا ہے جس کی تائید اس نے فرمائی ہے۔ پھر آگے ان عقائد و اعمال کا بیان ہے۔ اللہ پر ایمان یہ ہے کہ اسے اپنی ذات و صفات میں یکتا' تمام عیوب سے پاک و منزہ تسلیم کیا جائے۔ آخرت کے روزِ جزا ہونے' حشر و نشر اور جنت و دوزخ پر یقین رکھا جائے۔ الکتاب سے مراد تمام آسمانی کتابوں کی صداقت پر ایمان ہے اور فرشتوں اور تمام پیغمبروں پر یقین رکھا جائے۔ ان ایمانیات کے ساتھ ان اعمال کو اپنایا جائے جو اللہ کے ہاں پسندیدہ ہیں۔ نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے۔ وعدہ خلافی ہرگز نہ کی جائے۔ جو لوگ ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ نیک اعمال کرتے ہیں وہی اللہ کے نزدیک سچے مومن اور اصل متقی ہیں۔

آیت نمبر......۲: (سورہ النساء۔۴:۱)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا

يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	اتَّقُوۡا	رَبَّكُمُ	الَّذِىۡ	خَلَقَكُمۡ	مِّنۡ	نَّفۡسٍ	وَّاحِدَةٍ	وَّ خَلَقَ	مِنۡهَا
اے	لوگ	ڈرو	اپنا رب	وہ جس نے	تمہیں پیدا کیا	سے	جان	ایک	اور پیدا کیا	اس سے

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو' جس نے تمہیں ایک جان (آدمؑ) سے پیدا کیا' اور اُسی سے اُس کا جوڑا پیدا

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ

زَوْجَهَا	وَبَثَّ	مِنْهُمَا	رِجَالًا	كَثِيْرًا	وَنِسَآءً	وَاتَّقُوْا	اللّٰهَ	الَّذِيْ	تَسَآءَلُوْنَ
جوڑا اس کا	اور پھیلائے	دونوں سے	مرد (جمع)	بہت	اور عورتیں	اور ڈرو	اللہ	وہ جو	آپس میں مانگتے ہو

کیا ' اور ان دونوں سے پھیلائے بہت سے مرد اور عورتیں ' اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم آپس میں مانگتے ہو

بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

بِهٖ	وَالْاَرْحَامَ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلَيْكُمْ	رَقِيْبًا
اس سے (اسکے نام پر)	اور رشتے	بیشک	اللہ	ہے	تم پر	نگہبان

اور (خیال رکھو) رشتوں کا ' بیشک اللہ ہے تم پر نگہبان۔

تعارف :......مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ قرآن مجید کی ترتیب کے لحاظ سے چوتھی سورت سورۃ النساء کی آیت نمبر ا ہے۔ سورۃ النساء مدنی سورت ہے۔ اس میں ۱۷۶ آیات اور ۲۴ رکوعات ہیں۔

تشریح :......''ایک جان'' سے مراد ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ''اس کا جوڑا'' سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ حضرت حوا علیھا السلام ہیں جنھیں حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا۔ حضرت حوا' حضرت آدم علیہ السلام سے کس طرح پیدا ہوئیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے قول مروی ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں۔
ایک حدیث میں کہا گیا ہے کہ ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے''۔ قرآن کے الفاظ خَلَقَ مِنْهَا سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت حوا کی تخلیق اسی نفسِ واحدہ سے ہوئی ہے جسے آدم کہا جاتا ہے۔ پھر ان دونوں میاں بیوی سے دنیا میں بہت سے مرد اور عورتیں پیدا ہوئیں۔

آیت کے اگلے حصے میں بنی نوع انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ رشتے ناطے توڑنے سے گریز کرو۔ اس سے محرم اور غیر محرم دونوں رشتے مراد ہیں۔ رشتے ناطوں کا توڑنا گناہ کبیرہ ہے۔ جسے قطع رحمی کہتے ہیں۔ احادیث میں قرابت داریوں کو ہر صورت میں قائم رکھنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی بڑی تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جسے صلہ رحمی کہا جاتا ہے۔ آیت کے آخری حصے میں اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ تم اللہ سے کچھ چھپا نہیں سکتے ہو کیونکہ وہ ہر وقت تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

آیت نمبر......۳: (سورۃ النساء۔۴:۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا

وَاٰتُوْا	الْيَتٰمٰى	اَمْوَالَهُمْ	وَلَا	تَتَبَدَّلُوا	الْخَبِيْثَ	بِالطَّيِّبِ	وَلَا	تَاْكُلُوْٓا
اور دو	یتیم (جمع)	ان کے مال	اور نہ	بدلو	ناپاک	پاک سے	اور نہ	کھاؤ

اور یتیموں کو ان کے مال دو اور نہ بدلو ناپاک (حرام) کو پاک (حلال) سے ' اور ان کے مال

أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰٓ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ﴿٢﴾

أَمْوَالَهُمْ	إِلَىٰٓ	أَمْوَالِكُمْ	إِنَّهُۥ	كَانَ	حُوبًا	كَبِيرًا
ان کے مال	طرف (ساتھ)	اپنے مال	بیشک	ہے	گناہ	بڑا

نہ کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ (ملا کر)، بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

تشریح:......مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے مخاطب ہے جو یتیموں کی دیکھ بھال اور پرورش کا ذمہ اُٹھاتے ہیں۔ یہ اپنے بھی ہو سکتے ہیں اور پرائے بھی۔ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ یتیم جب بالغ اور باشعور ہو جائیں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے۔ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ کی جائے کیونکہ وہ خیانت ہو جائیگی۔ آیت میں خبیث سے گھٹیا چیزیں اور طیب سے عمدہ چیزیں مراد ہیں۔ یعنی انھیں حکم دیا گیا ہے کہ ایسا نہ کرو کہ یتیموں کے مال سے اچھی چیزیں لے لو اور محض گنتی پوری کرنے کے لیے گھٹیا چیزیں ان کے بدلے میں رکھ دو۔ اسی طرح بددیانتی سے ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھانا بھی ممنوع ہے۔

اس آیت مبارکہ میں درحقیقت یتیموں کے حقوق کا تحفظ فرمایا گیا ہے۔ آیت کے آخر میں اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ یہ کوئی عام بات نہیں ہے بلکہ اللہ کی نظر میں یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی بہت بڑی سزا ہے۔

آیت نمبر......۴: (سورۃ النساء۔۴:۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا۟ فِى ٱلْيَتَٰمَىٰ فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ

وَإِنْ	خِفْتُمْ	أَلَّا	تُقْسِطُوا۟	فِى	ٱلْيَتَٰمَىٰ	فَٱنكِحُوا۟	مَا	طَابَ	لَكُمْ	مِّنَ	ٱلنِّسَآءِ
اور اگر	تم ڈرو	کہ نہ	انصاف کر سکو گے	میں	یتیموں	تو نکاح کر لو	جو	پسند ہو	تمہیں	سے	عورتیں

اور اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیم (لڑکیوں کے حق) میں انصاف نہ کر سکو گے تو نکاح کر لو جو عورتیں تمہیں بھلی لگیں، دو دو، اور

مَثْنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ فَوَٰحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ

مَثْنَىٰ	وَثُلَٰثَ	وَرُبَٰعَ	فَإِنْ	خِفْتُمْ	أَلَّا	تَعْدِلُوا۟	فَوَٰحِدَةً	أَوْ مَا	مَلَكَتْ
دو، دو	اور تین، تین	اور چار، چار	پھر اگر	تمہیں اندیشہ ہو	کہ نہ	انصاف کر سکو گے	تو ایک ہی	یا جو	لونڈی جس کے تم

تین تین اور چار چار، پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی، یا جس لونڈی کے تم مالک

أَيْمَٰنُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُوا۟ ﴿٣﴾

أَيْمَٰنُكُمْ	ذَٰلِكَ	أَدْنَىٰٓ	أَلَّا	تَعُولُوا۟
مالک ہو	یہ	قریب تر	کہ نہ	جھک پڑو

مالک ہو، یہ اس کے قریب ہے کہ نہ جھک پڑو۔

تشریح:...... اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو یتیم بچیاں لوگوں

کی سر پرستی میں ہوتی تھیں ان کے مال اوران کے حسن و جمال کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ خود نکاح کرلیا کرتے تھے اور پھران پر ظلم کیا کرتے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اگر تمہیں اندیشہ ہے کہ تم یتیم بچیوں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو دوسری عورتیں دنیا میں موجود ہیں۔ ان میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان کے ساتھ نکاح کرلو مگر کسی یتیم اور بے سہارا لڑکی کا حق نہ مارو۔ بلکہ تمہیں اس بات کی بھی اجازت ہے کہ ایک کے بجائے دو سے تین سے حتیٰ کہ چار عورتوں تک سے تم نکاح کر سکتے ہو' بشرطیکہ ان کے درمیان انصاف کے تقاضے پورے کرسکو۔ ورنہ ایک ہی نکاح کرو۔ آیتِ مبارکہ میں یہ مفہوم بھی پوشیدہ ہے کہ ایک ہی عورت سے شادی کرنا کافی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی صورت میں انصاف کرنا بہت مشکل ہے۔ جس بیوی کی طرف قلبی میلان زیادہ ہوگا۔ ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں زیادہ توجہ بھی اسی کی طرف ہوگی۔ یوں بیویوں کے درمیان انصاف کرنا انتہائی مشکل ہو جائے گا اور شاید مرد اس میں ناکام ہی ہو جائے اور اللہ کے ہاں مجرم اور گنہگار قرار پائے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کیا جائے۔ لونڈیوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جو جنگ میں گرفتار ہوئیں اور حکومت کی جانب سے لوگوں میں تقسیم کردی گئیں۔ ان سے نکاح کرنے کی اجازت ہے کیونکہ آزاد عورتوں کی نسبت ان عورتوں (لونڈیوں) کا بار اور ذمہ داریاں کم ہوتی ہیں۔

آیت مبارکہ کے آخری حصے میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اس اصول کی پیروی کرو گے تو ناانصافی جیسے گناہ سے بچ جاؤ گے۔

آیت نمبر......۵: (سورۃ النساء۔۴:۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ فَاِنۡ طِبۡنَ لَكُمۡ عَنۡ شَىۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَكُلُوۡهُ

وَاٰتُوا	النِّسَآءَ	صَدُقٰتِهِنَّ	نِحۡلَةً	فَاِنۡ	طِبۡنَ	لَكُمۡ	عَنۡ شَىۡءٍ	مِّنۡهُ	نَفۡسًا	فَكُلُوۡهُ
اور دے دو	عورتیں	ان کے مہر	خوشی سے	پھر اگر	خوشی سے چھوڑ دیں	تم کو	کچھ	اس سے	دل سے	تو اسے کھاؤ

اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دے دو، پھر اگر وہ خوشی سے تمہیں چھوڑ دیں اس میں سے کچھ، تو اسے مزیدار

هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ④

هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا
مزیدار، خوشگوار

خوشگوار سمجھ کر کھاؤ۔

تشریح:...... ''مہر'' نکاح کی ایک بنیادی شرط ہے اور اسے ادا کرنا مرد پر فرض رکھا گیا ہے۔ مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ میں شوہروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے مہر خوشی خوشی فرض جانتے ہوئے ادا کریں۔ نیز آیت میں اس بات کی وضاحت بھی کردی گئی ہے کہ مہر کی معافی کا تمام تر اختیار عورت ہی کو حاصل ہے۔ اس لیے اگر وہ معاف کردے تو معاف ہو جاتا ہے لیکن اس معافی میں عورت کی خوشنودی اور دل کی رضا بے حد ضروری ہے۔ گھر کی فضا کو ایسا نہ بنایا جائے کہ کسی دباؤ اور لالچ سے

مجبور ہو کر عورت مہر معاف کر دے اور در حقیقت وہ مہر چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی عورت اپنی خوشی اور مرضی سے اپنے خاوند کو اپنا مہر (پورا یا کچھ حصہ) معاف کر دیتی ہے تو اسلام اس مرد (خاوند) کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اس مال (مہر) کو مزے سے کھا سکتا ہے۔ اس پر خاوند کی کوئی پکڑ نہیں ہوگی لیکن اگر بیوی کو جبراً مجبور کر کے مہر کو معاف کرایا گیا تو خاوند گنہگار ٹھہرے گا اور عذابِ الٰہی کا مستحق ہوگا۔

آیت نمبر......۶: (سورۃ النساء۔۴:۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تُؤۡتُوا السُّفَهَآءَ اَمۡوَالَكُمُ الَّتِىۡ جَعَلَ اللّٰهُ لَـكُمۡ قِيٰمًا وَّارۡزُقُوۡهُمۡ فِيۡهَا

وَلَا	تُؤۡتُوا	السُّفَهَآءَ	اَمۡوَالَكُمُ	الَّتِىۡ	جَعَلَ	اللّٰهُ	لَـكُمۡ	قِيٰمًا	وَّارۡزُقُوۡهُمۡ	فِيۡهَا
اور نہ	دو	بے عقل (جمع)	اپنے مال	جو	بنایا	اللہ	تمہارے لئے	سہارا	اور انہیں کھلاتے رہو	اس میں

اور نہ دو بے عقلوں کو اپنے مال جو اللہ نے تمہارے لئے سہارا (گذران کا ذریعہ) بنایا ہے اور انہیں اس سے کھلاتے اور

وَاكۡسُوۡهُمۡ وَقُوۡلُوۡا لَهُمۡ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۞۵

وَاكۡسُوۡهُمۡ	وَقُوۡلُوۡا	لَهُمۡ	قَوۡلًا	مَّعۡرُوۡفًا
اور انہیں پہناتے رہو	اور کہو	ان سے	بات	معقول

پہناتے رہو، اور کہو ان سے معقول بات۔

تشریح:......اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یہ ہدایت دے رہے ہیں کہ جو مال زندگی کے لیے ضروری ہے جس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بقاء اور قیام کے لیے ضروری قرار دیا ہے اسے بے عقل اور ناسمجھ لوگوں کے حوالے نہ کیا جائے کیونکہ وہ اپنی نادانی اور کم عقلی کی بناء پر اسے غلط طریقے سے استعمال کر کے پورے نظام کو بگاڑ دیں گے۔ یہ مال ایسے افراد کے ہاتھوں اور اختیار میں رہنا چاہیے جو اس کا درست استعمال کرنا جانتے ہوں تاکہ معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے اس طرح کہ نہ نظامِ تمدن بگڑے، نہ ہی نظامِ معیشت میں کسی قسم کا بگاڑ پیدا ہو۔ اس ہدایتِ خداوندی کے مطابق چھوٹے پیمانے پر بھی ہر صاحبِ مال کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنا مال اس کے حوالے کرے جو اس کے استعمال کی صلاحیت رکھتا ہو اور بڑے پیمانے پر اسلامی حکومت کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اہل لوگوں کو بڑی ذمہ داریاں سونپے اور اختیارات کے درست استعمال پر کڑی نگاہ رکھے۔

آیت کے آخری حصے میں یہ تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ نادان اور کم عقلوں کو مال واسباب نہ دیا جائے مگر ان کی ضروریاتِ زندگی کا پورا پورا لحاظ و خیال رکھا جائے کیونکہ وہ بھی معاشرے کا ایک حصہ ہیں جو کسی حال میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

آیت نمبر......۷: (سورۃ النساء۔۴:۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا

وَابْتَلُوا	الْيَتٰمٰى	حَتّٰى	إِذَا	بَلَغُوا	النِّكَاحَ	فَإِنْ	اٰنَسْتُمْ	مِّنْهُمْ	رُشْدًا	فَادْفَعُوْٓا
اور آزماتے رہو	یتیم (جمع)،	یہاں تک کہ	جب	وہ پہنچیں	نکاح	پھر اگر	تم پاؤ	ان میں	صلاحیت	تو حوالے کر دو

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، پھر اگر ان میں صلاحیت (حسنِ تدبیر) پاؤ تو ان کے مال

إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَأْكُلُوْهَآ إِسْرَافًا وَّبِدَارًا أَنْ يَّكْبَرُوْا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا

إِلَيْهِمْ	أَمْوَالَهُمْ	وَلَا	تَأْكُلُوْهَا	إِسْرَافًا	وَبِدَارًا	أَنْ	يَكْبَرُوْا	وَمَنْ	كَانَ	غَنِيًّا
ان کے	ان کے مال	اور نہ	وہ کھاؤ	ضرورت سے زیادہ	اور جلدی جلدی	کہ	وہ بڑے ہو جائینگے	اور جو	ہو	غنی

ان کے حوالے کر دو، اور ان کا مال نہ کھاؤ ضرورت سے زیادہ اور جلدی (اس خیال سے) کہ وہ بڑے ہو جائیں گے، اور جو غنی ہو وہ

فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ

فَلْيَسْتَعْفِفْ	وَمَنْ	كَانَ	فَقِيْرًا	فَلْيَأْكُلْ	بِالْمَعْرُوْفِ	فَإِذَا	دَفَعْتُمْ	إِلَيْهِمْ	أَمْوَالَهُمْ
بچتا رہے	اور جو	ہو	حاجت مند	تو کھائے	دستور کے مطابق	پھر جب	حوالے کرو	ان کے	ان کے مال

(مالِ یتیم سے) بچتا رہے، اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھائے، پھر جب ان کے مال اُن کے حوالے کرو،

فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿٦﴾

فَأَشْهِدُوْا	عَلَيْهِمْ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	حَسِيْبًا
تو گواہ کر لو	ان پر	اور کافی	اللہ	حساب لینے والا

تو ان پر گواہ کر لو، اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

تشریح:......آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یتیموں کے متولیوں کو ہدایت دے رہا ہے کہ جب تک یتیم بچے/بچیاں سنِ بلوغ تک نہ پہنچ جائیں تم ان کی تربیت اور دیکھ بھال کرتے رہو اور جب وہ جوان اور باشعور ہو جائیں تو ان کی عقل کو دیکھ کر ان کی امانت (مال) ان کو واپس کر دی جائے۔ ساتھ یہ بھی ہدایت دی کہ ان کے مال کو جلدی جلدی اس ڈر سے نہ کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر تم سے اپنے مال کا تقاضا کریں۔ اس بات کو اللہ بددیانتی قرار دیتا ہے۔ آیت مبارکہ میں صاحب حیثیت متولی کا یتیم کی جائیداد کی دیکھ بھال اور نگرانی کے معاوضے کو وصول کرنا بھی خلافِ اخلاق قرار دیا گیا ہے جبکہ متولی اگر غریب مجبور اور تنگ دست ہو تو منصفانہ معاوضہ لینے کی اجازت دی گئی ہے۔

آیت کے آخری حصے میں متولیوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ جب وہ یتیموں کو ان کے مال و اسباب لوٹائیں تو گواہوں کی موجودگی میں لوٹائیں تاکہ بعد میں کوئی کسی پر الزام نہ لگا سکے۔

آیت نمبر......۸: (سورۃ النساء۔۴:۷)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

لِلرِّجَالِ	نَصِيبٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدَانِ	وَالْأَقْرَبُونَ	وَلِلنِّسَاءِ	نَصِيبٌ	مِّمَّا	تَرَكَ
مردوں کے لئے	حصہ	اس سے جو	چھوڑا	ماں باپ	اور قرابت دار	اور عورتوں کے لئے	حصہ	اس سے جو	چھوڑا

مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو ماں باپ نے اور قرابت داروں نے چھوڑا، اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾

الْوَالِدَانِ	وَالْأَقْرَبُونَ	مِمَّا	قَلَّ	مِنْهُ	أَوْ	كَثُرَ	نَصِيبًا	مَّفْرُوضًا
ماں باپ	اور قرابت دار	اس میں سے	تھوڑا	اس سے	یا زیادہ		حصہ	مقرر کیا ہوا

چھوڑا ماں باپ نے اور قرابتداروں نے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

تشریح:......آیتِ مبارکہ میں میراث کی تقسیم کے متعلق احکامات دیئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ میراث صرف مردوں ہی کا حصہ نہیں ہے بلکہ عورتیں بھی اس کی حقدار ہیں۔ کیونکہ اسلام سے قبل ایک یہ ظلم بھی روا رکھا جاتا تھا کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وراثت سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا اور صرف بڑے لڑکے جو لڑنے کے قابل ہوتے سارے مال کے وارث قرار پاتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی اپنے والدین اور اقارب کے مال میں حصہ دار ہوں گی۔ انھیں کسی بھی قیمت پر محروم نہیں رکھا جائے گا۔ خواہ وہ میراث (مال) کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔

آیت کے آخری حصے میں فرمایا گیا ہے کہ میراث میں عورتوں اور مردوں کا حصہ اللہ نے مقرر کیا ہے۔ اسے کوئی انسان تبدیل نہیں کرسکتا ہے۔ جو بھی اس میں تبدیلی کرے گا یا اس کا انکار کرے گا تو وہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے قانون کو نہ ماننے کے مترادف ہوگا اور اس طرح وہ ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کرے گا۔

آیت نمبر......۹: (سورۃ النساء۔۴:۸)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا

وَإِذَا	حَضَرَ	الْقِسْمَةَ	أُولُو الْقُرْبَىٰ	وَالْيَتَامَىٰ	وَالْمَسَاكِينُ	فَارْزُقُوهُم	مِّنْهُ	وَقُولُوا
اور جب	حاضر ہوں	تقسیم کے وقت	رشتہ دار	اور یتیم	اور مسکین	تو انہیں کھلا دو (دیدو)	اس سے	اور کہو

اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار، اور یتیم، اور مسکین تو اس میں سے انہیں بھی (کچھ) دیدو اور کہو

لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٨﴾

لَهُمْ	قَوْلًا	مَّعْرُوفًا
ان سے	بات	اچھی

ان سے اچھی بات۔

تشریح :......مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ میت کے وارثوں کو ایک بہت ہی اہم اخلاقی ہدایت دے رہے ہیں کہ امداد کے مستحق رشتہ داروں اور کنبہ کے یتیموں اور مسکینوں میں سے جو لوگ وراثت میں حصہ دار نہ ہوں انھیں بھی تقسیم کے وقت کچھ دے دو یعنی ان کی مدد کرو۔ دولت اور مال کو دیکھ کر قارون و فرعون نہ بن جاؤ بلکہ ان سے اچھے طریقے سے بات کرو ان کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا سلوک کرو نہ کہ انھیں جھڑکو۔ یہ درست ہے کہ شریعت کی رو سے میراث میں ان کا حصہ نہیں ہے مگر تم وسعتِ قلب سے کام لیتے ہوئے انھیں کچھ نہ کچھ دے دو اور کم ظرف لوگوں کی طرح ان کے ساتھ بداخلاقی سے پیش نہ آوٴ۔

آیت نمبر......۱۰: (سورۃ النساء۔۴:۹)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ

وَلْيَخْشَ	الَّذِيْنَ	لَوْ تَرَكُوْا	مِنْ	خَلْفِهِمْ	ذُرِّيَّةً	ضِعٰفًا	خَافُوْا	عَلَيْهِمْ
اور چاہیئے کہ ڈریں	وہ لوگ	اگر چھوڑ جائیں	سے	اپنے پیچھے	اولاد	ناتواں	انہیں فکر ہو	ان کا

اور چاہیئے کہ وہ لوگ ڈریں کہ اگر وہ چھوڑ جائیں اپنے پیچھے ناتواں اولاد تو انہیں ان کی فکر ہو، بلس چاہیئے کہ

فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۹

فَلْيَتَّقُوا	اللّٰهَ	وَلْيَقُوْلُوْا	قَوْلًا	سَدِيْدًا
بس چاہیئے کہ وہ ڈریں	اللہ	اور چاہیئے کہ کہیں	بات	سیدھی

وہ اللہ سے ڈریں، اور چاہیئے کہ بات کہیں سیدھی۔

تشریح :......آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یتیموں کے والیوں اور سرپرستوں کو نصیحت کر رہے ہیں کہ ان کے زیرِ کفالت جو یتیم ہیں ان کے ساتھ وہ ایسا سلوک کریں جو وہ اپنے بچوں کے ساتھ اپنے مرنے کے بعد کیا جانا پسند کرتے ہیں۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ کوئی ان کی اولاد کے ساتھ زیادتی کرے، ان کا حق مارے، ان کے مال کو ہڑپ کر جائے اور ان پر ظلم و ستم کرے۔ تو جب وہ اپنے بچوں کے متعلق ایسی سوچ رکھتے ہیں تو انھیں چاہیے کہ وہ دوسروں کے بے سہارا بچوں کا بھی ایسے ہی خیال رکھیں۔

کی حکومت نیکی کے فروغ کے لیے کوشاں رہتی ہے اور وہ نہ صرف خود برائیوں سے بچتے ہیں بلکہ اپنی قوت اور اختیار استعمال کرتے ہوئے برائیوں کا خاتمہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ہر طرح سے لوگوں کو برائیوں سے محفوظ رہنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔

آیت کے آخری حصے میں اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کائنات میں ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا ہے یعنی وہ جسے چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر تحریر کریں۔

i) سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۷ کی روشنی میں اہلِ ایمان کی بیان کردہ صفات پر روشنی ڈالیں۔

ii) سورۃ النساء میں یتیموں کے اموال کے متعلق سرپرستوں کو کیا ہدایات دی گئی ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

iii) مہر کسے کہتے ہیں؟ دینِ اسلام شوہروں کو مہر کی ادائیگی کے متعلق کیا حکم دیتا ہے؟ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴ کی روشنی میں وضاحت کریں۔

iv) دینِ اسلام نے وراثت (میراث) میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا حصہ بھی مقرر فرمایا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۷ کی روشنی میں وضاحت کریں۔

v) یتیم بچوں اور بچیوں کی تربیت کے متعلق قرآنی احکامات کی تفصیل بیان کریں۔

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

i) آنحضرت ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تقریباً .... ماہ تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

ii) اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تمھیں .... سے پیدا کیا۔

iii) رشتے ناطوں کا توڑنا گناہ .... ہے۔

iv) اچھے مال کو .... مال سے نہ بدل لو۔

v) دینِ اسلام نے یتیموں کے حقوق کا .... فرمایا ہے۔

vi) ایک مسلمان ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ .... عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔

vii) ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی گئی ہے کہ تمام بیویوں کے ساتھ .... کیا جائے۔

viii) .... مہر کو معاف کرنے کا حق رکھتی ہے۔

(ix اگر بیوی کو جبراً مجبور کر کے مہر معاف کرایا جائے تو شوہر.................. ٹھہرے گا۔

(x مہر نکاح کی بنیادی.................. ہے۔

(xi بے عقل لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے مال کو.................. کر دیتے ہیں۔

(xii صاحبِ حیثیت متولی کا یتیم کی دیکھ بھال اور پرورش کے عوض معاوضہ قبول کرنا خلاف.................. ہے۔

(xiii اگر یتیم کا متولی تنگ دست ہو تو وہ.................. معاوضہ لے سکتا ہے۔

(xiv مرد اور عورتیں دونوں وراثت (میراث) میں.................. ہیں۔

2۔ درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کریں۔

(i اصل نیکی یہ ہے کہ انسان مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لے۔ ☐

(ii ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت انصاف کی شرط کے ساتھ ہے۔ ☐

(iii حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ''خدا کی قسم مجھے رسولِ خدا ﷺ اپنے نفس سے زیادہ محبوب ہیں''۔ ☐

(iv مہر نکاح کی آخری شرط ہے۔ ☐

(v میراث میں عورتوں اور مردوں کا حصہ اللہ نے مقرر کیا ہے۔ ☐

3۔ ذیل میں دیئے گئے جملے کس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟

(i یہ نکاح کی بنیادی شرط ہے اور اسے ادا کرنا ہر مرد پر فرض رکھا گیا ہے۔

(ii ان کے سنِ بلوغ تک پہنچنے تک ان کی دیکھ بھال اور تربیت کرتے رہو۔

(iii اس مال میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی حصہ ہے۔

(iv اس مال میں سے رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔

(v کم ظرف لوگوں کی طرح ان کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش نہ آؤ۔

4۔ ذیل میں پوچھے گئے سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

(i ''ساری اچھائی (نیکی) مشرق و مغرب کی طرف منہ کر لینے ہی میں نہیں'' اس ارشادِ پاک کا مختصر مطلب بیان کریں۔

(ii ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت کس شرط کے ساتھ ہے؟

(iii مہر کیا چیز ہے؟

(iv ''بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو'' اس آیتِ مبارکہ میں بے عقل لوگوں سے کیا مراد ہے؟

(v یتیموں کو ان کے مال لوٹاتے ہوئے گواہ بنا لینے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

(vi میراث میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی حصہ رکھا گیا ہے۔ کیوں؟ وجہ بیان کریں۔

(vii اگر کسی یتیم کا متولی تنگ دست ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

باب دوم

الحدیث

(الف) حدیث وسنت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات

مقاصد تدریس

اس سبق کے مطالعہ کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ حدیث کا مفہوم بیان کر سکیں۔
- ☆ سنت کے متعلق جان سکیں۔
- ☆ حدیث اور سنت میں فرق بیان کر سکیں۔
- ☆ حدیث اور سنت کے عملی زندگی پر اثرات بیان کر سکیں۔
- ☆ منتخب احادیث کا ترجمہ اور تشریح کر سکیں۔

حدیث اور سنت ۔ معنی و مفہوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی اصل میں کتاب اللہ (قرآن حکیم) کی قولی اور عملی تشریح اور تفسیر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے انہی اقوال، اعمال اور احوال کا نام حدیث ہے۔

عربی زبان میں لفظ حدیث وہی معنی رکھتا ہے جو ہم اُردو زبان میں بات چیت، گفتگو یا کلام سے مراد لیتے ہیں۔ یعنی حدیث کے لفظی معنی ہیں "بات"۔ اسلام کی اصطلاح میں نبی ﷺ کے قول فعل اور حال کو حدیث کہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے جو کچھ اپنی زبان سے فرمایا اور اُسے آپ ﷺ کے صحابہؓ نے سُن کر بیان کیا وہ بھی حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے کوئی کام کیا اور آپ ﷺ کے صحابہ نے اُسے دیکھ کر بیان کر دیا وہ بھی حدیث ہے۔ آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام ہوا اور آپ نے اس پر خاموشی اختیار کی، اُسے آپ ﷺ کی رضا سمجھا گیا۔ اُسے بھی آپ ﷺ کے صحابہؓ نے بیان کر دیا یہ بھی حدیث ہے۔ صحابہ کرامؓ اور حدیث کے آئمہ اور علماء نے احادیث جمع کرنے میں بڑی محنت اور احتیاط سے کام لیا ہے۔ حدیث کی کتابوں کے چھ مجموعے مشہور ہیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں۔ ان میں بخاری شریف اور صحیح مسلم زیادہ مشہور ہیں۔ بخاری شریف کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ، یعنی خدا کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح (غلطیوں سے پاک) کتاب مانا گیا ہے۔

سُنت

سُنت کے لغوی معنی طریقے اور راستے کے ہیں۔ لیکن عرفِ عام میں اس سے مراد نبی کریم ﷺ کا وہ ثابت شدہ اور معلوم طریقہ ہے جس پر حضور ﷺ نے بار بار عمل کیا۔

عام محدثین کے نزدیک حدیث وسنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں مگر بعض محدثین نے ان دونوں میں یہ فرق کیا ہے کہ اقوالِ رسول ﷺ کو حدیث اور افعال رسول ﷺ کو سنت کا نام دیا ہے۔

حدیث وسنت کی دینی حیثیت اور اہمیت

قرآن مجید اللہ کی آخری الہامی کتاب ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لئے رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہے۔اس کتاب برحق کو اللہ تعالیٰ نے نبی آخری الزماں حضرت محمد ﷺ پر وحی کے ذریعے نازل کیا اور آپ ﷺ کو اس کتابِ برحق کا مبلغ شارح اور معلم بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کتاب کا علم سکھایا اور خود اس کی تعلیمات کے مطابق عمل پیرا ہو کر امت کو اس کی عملی تعلیم بھی دی۔ دراصل آپ ﷺ کی زندگی قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح ہے۔ارشاد ربانی ہے کہ:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ○ (سورۃ النحل۔۱۶:۴۴)

ترجمہ:۔ ’’اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف یہ ذکر (قرآن) اتارا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کو واضح کر کے بتائیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے تا کہ وہ اس پر غور کریں‘‘۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ○ (سورۃ احزاب۔۳۳:۲۱)

ترجمہ:۔ ’’تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے‘‘۔

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو تمام مسلمانوں پر فرض کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُو الرَّسُوْلَ○ (سورۃ محمد۔۴۷:۳۳)

ترجمہ:۔ ’’اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو‘‘۔

ان آیات مبارکہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت اصل میں اللہ کی اطاعت ہے اور حضور ﷺ نے امت کو جو ہدایات دیں، قرآن کی جو عملی تفسیر وتشریح فرمائی، معاملات کو جس طرح سمجھایا، ان سب کی حیثیت دینی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی اتباع اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔آپ ﷺ کی اطاعت ہر اُمتی پر فرض ہے۔یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی ہر بات ماننا مسلمان کے لئے ضروری اور فرض ہے بالکل اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی بھی ہر بات ماننا لازمی ہے۔

زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں امرِ رسول ﷺ کو ماننا اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہی اسلام ہے۔ حامل قرآن اور صاحبِ وحی ہونے کی حیثیت سے جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا وہی خدائی فیصلہ اور امرِ خداوندی ہے۔اس سے انکار کرنا یا منہ پھیرنا اللہ تعالیٰ سے منہ پھیرنے کے مترادف ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کی اطاعت ہر مومن پر فرض ہے کوئی شخص اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ اپنی زندگی کو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطابق گزارنے کی کوشش نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کو فرض رکھا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اطاعت کی فرضیت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے احکام مختصر اور مجمل ہیں یا بعض معاملات میں قرآنِ مجید خاموش ہے۔ چنانچہ ایسے تمام امور کے متعلق ہدایات واحکامات اور ان کی مکمل تفصیل حدیث وسنت ہی سے حاصل ہوتی ہے اور ان امور کے متعلق جاننے کے لئے حیاتِ طیبہ ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس اعتبار سے حدیث وسنت کی اہمیت سے کسی بھی طرح انکار ممکن نہیں ہے اور جو شخص حدیث وسنت کی دینی حیثیت اور اہمیت کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت ملحد اور منکرِ حدیث ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اہلِ ایمان کو قرآن مجید اور اپنی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار رہو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسکے ساتھ ویسی ہی ایک اور چیز''۔ (سنن ابی داؤد)

قرآن مجید کے علاوہ دوسری چیز حدیث وسنت ہے۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا''۔ (جامع ترمذی)

نبی ﷺ کی اتباع ومحبت جزوِ ایمان ہے

ترجمہ:۔ ''ایمان کا مزہ اس نے چکھا جو اللہ کے اپنے ربّ ہونے پر' اسلام کے اپنے دین ہونے پر اور محمد(ﷺ) کے اپنے رسول ہونے پر مطمئن ہوگیا''۔ (صحیح مسلم)

دنیا میں کوئی بھی نبی ورسول محض اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ بس اس کو مان لینے کی حد تک لوگ اسے نبی یا رسول مان لیں بلکہ اس کے بھیجے جانے سے اصل شئے جو مقصود رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی بھرپور اطاعت بھی کی جائے اور زندگی کے معاملات میں جو احکام وہدایات وہ دے۔ اس کی بے چوں وچراں تعمیل کی جائے۔ اس حقیقت کو قرآن عزیز نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (سورۃ النساء۔۴:۶۴)

ترجمہ:۔ ''اور ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا اس لئے بھیجا کہ اذنِ خداوندی کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے''۔

رسول کی اطاعت کے مطالبے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت جو اصل مقصود ہے اس کا راستہ ہی یہ ہے کہ اس کے رسول کی اطاعت کی جائے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (سورۃ النساء۔۴:۸۰)

ترجمہ:۔ ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

احادیث میں بھی اس حقیقت کو بہت تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی۔ اس نے اللہ کی نافرمانی کی''۔ (صحیح بخاری)

اس اطاعت کے بارے میں بھی قرآنِ مجید نے بڑے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ محض ظاہری اطاعت مطلوب نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ آدمی پورے خلوصِ دل کے ساتھ اطاعت کرے۔ جو معاملات بھی درپیش ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرے اور وہاں سے جو بھی فیصلہ ہو اسے اطمینان اور پوری رضا مندی سے قبول کرے۔

ان احکام کا تعلق صرف آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی سے نہیں تھا بلکہ اب بھی جب کہ آپ ﷺ کی ذاتِ پاک ہمارے درمیان موجود نہیں ہے تو آپ ﷺ کی سنت آپ کی قائم مقام ہے اور اس کی اطاعت بھی آپ ﷺ کی اطاعت ہے۔

یاد رکھیئے کہ دین میں وہ اتباع و اطاعت معتبر نہیں جس کی بنیاد محبتِ رسول ﷺ پر نہ ہو۔ محبت بھی محض ظاہری اور رسمی قسم کی مطلوب نہیں ہے بلکہ ایسی محبت مطلوب ہے جو تمام محبتوں پر غالب آجائے۔ جس کے مقابلے میں عزیز سے عزیز رشتے اور محبوب سے محبوب تعلقات کی بھی قدر و قیمت نہ رہ جائے۔ جس کے لئے دنیا کی ہر چیز کو چھوڑا جاسکے۔

اس حقیقت کو نبی پاک ﷺ نے مختلف احادیث سے بھی واضح فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشادِ پاک ہے۔

''تم میں سے کسی کا بھی ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے پیارا اور محبوب نہ ہو جاؤں''۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، ح۔۱۵)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ:

ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِا الْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً. (مسلم)

ترجمہ:۔ ''ایمان کی حقیقی لذت اسے ملی جو اللہ کو اپنا ربّ اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول ماننے پر دل سے راضی ہوا''۔

یہاں اس بات کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جس محبت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ جذباتی محبت نہیں جو انسان کو اپنے بیوی بچوں سے ہوتی ہے بلکہ وہ عقلی اور اصولی محبت ہے۔ جس کی بناء پر انسان اپنی عزیز ترین چیزوں پر ان اصولوں کو مقدم رکھتا ہے۔

حدیث کی جمع و تدوین

حدیث کی کتابت، اس کی حفاظت اور جمع و تدوین کا آغاز حضور ﷺ کے زمانے ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ جسے صحابہ کرامؓ نے وسعت دی اور تابعین نے اضافے کیے اور صحاح ستہ کے مرتبین نے اسے بامِ عروج پر پہنچا دیا۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

(i حدیث وسنت کے معنی اور مفہوم بیان کریں۔

(ii حدیث وسنت کی دینی حیثیت اور اہمیت قرآنی حوالہ جات کی مدد سے واضح کریں۔

(iii نبی پاک ﷺ کی اتباع و محبت جزو ایمان ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں وضاحت کریں۔

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i عربی زبان میں لفظ حدیث کے معنی ....، .... یا .... کے ہیں۔

(ii سنت کے لغوی معنی .... اور .... کے ہیں۔

(iii اقوالِ رسول ﷺ کو .... اور افعالِ رسول ﷺ کو .... کہتے ہیں۔

(iv آنحضرت ﷺ کتاب برحق قرآن مجید کے .... اور .... بنا کر اس دنیا میں بھیجے گئے۔

(v آنحضرت ﷺ کی زندگی قرآن کی .... اور .... ہے۔

(vi تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین .... ہے۔

(vii آنحضرت ﷺ کی .... ہر اُمتی پر فرض ہے۔

(viii رسول اللہ ﷺ کی اتباع ممکن ہی .... و .... سے ہے۔

(ix آپ ﷺ .... قرآن اور .... وحی ہیں۔

(x حدیث وسنت کی دینی حیثیت کا انکار کرنے والا .... اور .... ہے۔

3۔ درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کریں۔

(i رسول اللہ کی اطاعت اصل میں اللہ کی اطاعت ہے۔ ☐

(ii آنحضرت ﷺ کو قرآن کے علاوہ کچھ اور نہیں دیا گیا۔ ☐

(iii جس نے نبی ﷺ کی سنت کو زندہ کیا اس نے آپ ﷺ کو زندہ کیا۔ ☐

(iv حدیث وسنت قرآن کے بعد دوسرا درجہ رکھتے ہیں۔ ☐

(v نبی ﷺ کی اطاعت ایمان کا حصہ نہیں ہے۔ ☐

(vi نبی پر صرف ایمان لے آنا کافی ہے چاہے اس کی اتباع نہ کی جائے۔ ☐

(vii حدیث وسنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

(viii اب آپ ﷺ کی سنت آپ ﷺ کی قائم مقام ہے۔

(ix عشقِ رسول ﷺ جزوِ ایمان ہے۔

(x آنحضرت ﷺ سے عقلی اور اصولی محبت درکار ہے۔

4۔ درج ذیل جملوں میں اشارہ ڈھونڈیں۔

(i یہ اصل میں اللہ کی اطاعت ہے۔

(ii اس کے بغیر کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

(iii اللہ کی ہدایات بندوں تک پہنچانے کا وسیلہ ہیں۔

(iv اس کے کچھ احکام مختصر اور مجمل ہیں۔

(v صاحبِ وحی، مبلغ ومعلم القرآن

(vi شریعت کا دوسرا ماخذ ہے۔

(vii ان پر نہ صرف ایمان لانا ضروری ہے بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں ان کی اطاعت کرنا بھی فرض ہے۔

(viii یہ حدیث کی چھ مستند ترین کتب ہیں۔

5۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

(i ایمان کا اصل مزہ کیسے لوگ چکھتے ہیں؟

(ii نبی پاک ﷺ کی اتباع واطاعت کیوں ضروری ہے؟

(iii عشقِ رسول ﷺ کیوں ضروری ہے؟

(iv ہمیں نبی پاک ﷺ سے کس قسم کی محبت کرنی چاہئے؟

(v دین میں نبی کی اتباع اور اطاعت کس طرح سے معتبر ہوسکتی ہے؟

(vi آنحضرت ﷺ سے محبت کا تقاضا کیا ہے؟

(vii آنحضرت ﷺ قرآن کی قولی اور عملی تشریح وتفسیر ہیں۔ کیسے؟

(viii عرفِ عام میں سنت کسے کہتے ہیں؟

(ب) احادیث

حدیث (۱): "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ" (صحیح بخاری۔حدیث ۵۰۲۷)

ترجمہ:۔ ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور اسے (دوسروں کو) سکھائے''

تشریح:۔ ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا ہر عمل مفید پسندیدہ اور کارآمد ہو۔اس لئے نبی کریم ﷺ نے انسان کی اس فطری خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی درست سمت رہنمائی فرمائی کہ سب سے زیادہ مفید' پسندیدہ اور نفع بخش عمل تعلیم وتعلُّم قرآن ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنی عظیم ہستی ربّ کائنات کی ہے اتنی ہی فضیلت اللہ کی اس عظیم کتاب کی بھی ہے لٰہذا اس کتاب سے استفادہ کرنے والے' اس کی تعلیمات کو حاصل کرنے والے' اس کی روشنی پھیلانے والے کی شان و مرتبہ بھی اتنا ہی بلند ہے۔ دیگر مشاغل میں مصروف لوگوں کے مقابلے میں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب انسانی زندگی کے لیے راہنما اور عروج وزوال کا الٰہی نظام ہے۔جو بھی اس سے تعلق رکھے گا۔اس سے رہنمائی لے گا'اس کی تعلیمات کو پھیلائے گا اس کی زندگی کردار اور شخصیت میں نکھار اور کھرّا پن آئے گا اور ربّ کا قُرب حاصل کرے گا۔اس لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید پڑھیں' سمجھیں اور عملی زندگی میں اس کی پیروی کریں۔نیز دوسروں کو اس کا پیغام پہنچائیں اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔

حدیث (۲): "اَفْضَلُ الذِّكْرِ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" (سنن ترمذی۔حدیث نمبر ۳۳۸۳)

ترجمہ:۔ ''سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) کہنا ہے اور سب سے بہتر دعا الحمدللہ (تمام تعریف اللہ کے لئے ہے) کہنا''۔

تشریح:۔ حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث کے دو حصے ہیں۔رسول کریم ﷺ کی اس حدیث کے پہلے حصہ میں ''لا الہ الا اللہ'' کو سب سے بہتر ذکر قرار دینے کی اہمیت یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ میں خالص اور مکمل حقیقت اور سچ بیان ہوا ہے۔ایک مومن کی حیثیت سے ہمارا یہ عقیدہ بالکل مبنی برحق ہے کہ کائنات کی ہر شے کا مالک' خالق' مربی اور رازق و مدبر اللہ پاک کی ذات ہے۔ ہر قسم کی حاجت روائی اور مشکل کشائی اُسی کا کام ہے۔ ہر چھوٹی بڑی منفعت یا مضرت اُسی کے حکم سے پہنچتی ہے۔کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنے پروردِگار کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہے۔اور رب کے حکم کا پابند ہے۔اس لئے اس عظیم ربّ کی یاد اور ذکر سے دل کو تقویت' خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔کہ کائنات کے ذرّے ذرّے سے ہم آہنگی اور یکسانیت مل جاتی ہے اور کائنات کی ہر

شے کے ساتھ تعلق و ربط پیدا نصیب ہو جاتا ہے اور مرکزِ قوت کے ساتھ جتنا تعلق و رابطہ استوار ہوگا اتنی ہی قوت، سکون اور اطمینان نصیب ہوگا۔ حدیث پاک کے دوسرے حصے میں سب سے بہتر دعا ''الحمدللہ'' بتائی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بھی صاف حقیقت اور سچائی کی مظہر ہے۔ اس لئے کہ دنیا و مافیہا کی ہر شے کا وجود، بقاء، کمال اور جمال اُسی ربّ عظیم کے مرہون منت ہے اور اُسی کی دی ہوئی ہے، جتنی بھی خوبیاں ہیں، جتنے کمالات ہیں، جتنی خوبصورتی ہے، جتنی اچھائیاں ہیں، سب اُسی کی عطا کردہ ہیں۔ اُس کی ملکیت ہیں۔ لہٰذا جب کوئی بندہ ''الحمدللہ'' کہتا ہے تو وہ برملا حق کا اعتراف کر رہا ہوتا ہے۔ سچائی کا اعلان کر رہا ہوتا ہے۔

حدیث (۳): ''مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ اِسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ'' (ابوداوٗد، کتاب السنۃ)

ترجمہ:۔ ''جس نے (کسی سے) اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھا اور اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے روکا پس بیشک اس نے ایمان کو مکمل کرلیا''

تشریح:۔ دینِ اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر ضابطۂ حیات ہے۔ اس دین نے انسان کی منفعت اور کامیابی کی خاطر بڑے سنہری اصول دیئے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث مبارکہ میں نبی پاک ﷺ نے چار ایسے سنہری اصول بتائے ہیں جو ایمان کے مکمل ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ وہ چاروں اصول مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے۔

(ب) کسی سے بغض رکھے تو محض اللہ کے لئے۔

(ج) کسی کو کچھ عطا کرے تو اللہ کے لئے۔

(د) کسی کو محروم رکھے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ انسان سے بے پناہ محبت رکھتا ہے۔ اس لئے انسان کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اپنی محبت اور چاہت کا مرکز خدا کی ذات کو رکھے۔ بلکہ مخلوقِ خدا سے محبت اور بغض بھی صرف اس لئے رکھے کہ اس میں خدا کی رضا مطلوب ہو۔ اسی طرح مال کی جود و سخا یا مال کے عطا کرنے میں رکاوٹ، ان تمام عناصر کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو بقول مصطفیٰ ﷺ ایمان مکمل ہو گیا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید۔ انبیاء اور شہداء ان کے مرتبہ پر رَشک کریں گے جو انہیں ملے گا۔ لوگوں نے پوچھا ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار نہ تھے اور نہ آپس میں مالی لین دین کرتے تھے بلکہ محض خدا کے دین کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ ان کے چہرے نورانی ہوں گے۔ انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اس وقت جب کہ لوگ خوف میں ہوں گے اور نہ کوئی غم ہوگا اس وقت جب کہ لوگ غم میں مبتلا ہوں گے'' (ابوداوٗد)۔

لہٰذا ہمیں ان سنہری اصولوں کو اپنا کر تکمیل ایمان کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے''۔

حدیث (۴): "عَنْ عبداللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَکْثَرُهُمْ عَلَیَّ صَلٰوةً" (سنن ترمذی۔ حدیث نمبر ۴۸۴)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن لوگوں میں مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو کہ مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا"۔

تشریح:۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کا تقاضا اور اولین شرط ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کا ثمر اور نتیجہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:۔ "اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے"۔

رسول ﷺ سے محبت کا اظہار عملاً آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چل کر زندگی کے تمام شعبوں میں آپ کی سنت کا اتباع کرنے میں ہے اور آپ ﷺ سے محبت کا قولاً اظہار صلوٰۃ اور درود کی صورت میں ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے لئے مقامِ محمود کی دعا مانگنے سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: (الِ عمران۔۳:۳۱)

ترجمہ:۔ "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام کہا اور بھیجا کرو"۔ (سورۃ الاحزاب۔۳۳:۵۶)

اس آیت کی روشنی میں محدثین اور محققین نے لکھا ہے کہ زندگی میں ایک بار کم از کم آپ ﷺ پر درود بھیجنا فرض اور واجب ہے اور احادیث کی روشنی میں جب بھی آپ ﷺ کے نامِ گرامی کا ذکر ہو تو آپ ﷺ پر درود بھیجا جائے۔ لیکن ایک بندہ مومن کو ہر وقت ہر لحظہ آپ ﷺ سے مربوط رہنے کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی زندگی اور تعلیمات ہمارے لئے نمونہ اور اسوہ ہیں۔ آپ نے جس طرز کی زندگی گزاری ہے اسی طرح اسی نقشے کے مطابق مسلمان نے بھی زندگی گزارنی ہے۔

اسی لئے ارشاد ہوا کہ قیامت کے روز مجھ سے زیادہ قریب وہی شخص ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجے گا۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک ملازم کی حاضریاں جتنی زیادہ ہوں گی اتنی ہی اُجرت اُسے ملے گی۔ اور پاور کے مرکز (گرڈ اسٹیشن) سے تعلق اور رابطہ جتنا مضبوط، توانا اور مسلسل ہوگا اتنی ہی روشنی اور نور ملے گا۔

حدیث (۵): "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ"۔

(صحیح البخاری، کتاب ایمان، ح ۱۵، صحیح مسلم، کتاب ایمان، ح ۷۰)

ترجمہ:۔ "تم میں سے کسی کا بھی ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی نظر میں، میں (یعنی رسول اللہ ﷺ)

اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہو جاؤں"

تشریح:۔ اس حدیث مبارکہ میں ایمان کے لازمی تقاضے اور ایمان کے کھرّے ہونے کا معیار اور کسوٹی کا بیان ہے اور ایمان میں کمی لانے کے عوامل کی طرف ضمنی اشارہ ہے کہ دراصل اسلام دینِ حنیف ہے۔ حنیفیت یکسوئی اور یک رُخی ایمان کی بنیاد ہے۔ دورنگی، منافقت اور دوغلے پن سے ایمان کے وجود کو حقیقی خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:۔ "اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں رکھے" (سورہ الاحزاب۔۳۳:۴)

آیت مبارکہ کا مفہوم بتلا رہا ہے کہ ایک دل میں دو متضاد محبتیں مجتمع نہیں ہوسکتیں۔ یا تو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور اطاعت کا جذبہ دل میں بھرا ہوگا یا پھر غیر اللہ کا۔ دراصل یہ حیاتِ دنیوی اور اس کے لوازمات انسان کے لئے آزمائش و امتحان گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو انسان کو اپنے اصل مقصد سے غافل رکھنے کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ اگر بندہ مومن بیدار مغز، چوکنا اور اپنے نصب العین پر اس کی نظر ہے۔ تو کبھی بھی اس کو یہ عارضی اور فنا ہونے والی چیزیں مسحور و غافل نہیں کر سکتیں۔ اسی لئے فرمایا "کہ مومن کامل وہی ہے جو حبِ مال، حُبِ جاہ اور حبِ اولاد کو خاطر میں لائے بغیر حُبِ الٰہی اور حُبِ رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار آگے بڑھتا اور کارگاہ حیات میں کارنامہ ہائے جاوداں سرانجام دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی محبت کی وجہ سے مرنے سے قبل ہی جنت اور کامیابی کے تمغے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے وصول کرنے میں کامیاب ہوئے اور خالص ایمان کی وہ لازوال مثالیں انسانیت کے سامنے رکھ کے اپنے رب سے جاملے کہ وہ تاقیامت نشانِ راہ و منزل کا کام دیں گے۔

حدیث (۶): طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. (سنن ابن ماجہ۔ حدیث ۲۲۴)

ترجمہ:۔ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے"

تشریح:۔ علم کے معنی ہیں جاننا۔ علم اور شعور ہی کے باعث انسان اشرف المخلوقات اور زمین پر خدا کا نائب ہے۔ علم ہی کے ذریعے آدمی اپنے آپ کو اور اپنے ربّ کو جانتا ہے۔ علم ہی کے ذریعے وہ اپنے مقصد زندگی سے آگاہ ہوتا ہے۔ وہ کون ہے؟ اُسے کِس نے پیدا کیا اور اسے زمین پر کیوں بھیجا گیا؟ دُنیا میں اُس کا کیا مقام ہے؟ ان سوالوں کے جوابات ہی پر آدمی کی صحیح زندگی کا دارومدار ہے۔ ان سوالوں کے جوابات علم حاصل کرنے سے ملتے ہیں۔

اسی لئے نبی ﷺ نے ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے علم حاصل کرنا لازم قرار دیا ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے علم اور اہلِ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بے علم کبھی علم والوں کے برابر نہیں ہوسکتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا "عالم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو تم میں سے کسی کم مرتبہ پر مجھے حاصل ہے"۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ دینی اور دنیوی۔ دین کا اتنا علم حاصل کرنا کہ ایک مسلمان دینی احکام پر صحیح عمل کر سکے، ہر مسلمان کے لئے فرض قرار دیا گیا۔ عورتوں کو بھی اس سے مستثنٰی نہیں رکھا گیا تاکہ وہ خود بھی احکامِ اسلامی پر عمل کریں اور آئندہ نسلوں کی تربیت بھی اسلامی خطوط پر کریں۔ دنیاوی علوم کا حصول مسلمانوں کے لئے فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ لوگ دنیاوی علوم وفنون یا ہنر سیکھ لیں اور سب کی ضرورت پوری ہوجائے تو کافی ہے۔ مثلاً کسی آبادی میں ایک ڈاکٹر کی ضرورت ہے اور ایک آدمی نے یہ علم حاصل کرلیا ہے تو یہ فرض ادا ہوگیا۔ لیکن اگر پوری آبادی میں سے کسی نے بھی اس طرف توجہ نہ دی اور انسانوں کے علاج معالجہ کے لئے ایک ڈاکٹر بھی نہ ہوا تو بستی کے سارے لوگ گناہ گار ہوں گے۔

حدیث (۷): "اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ" (السیوطی، الدرالمنتثر فی الاحادیث المشتہر)

ترجمہ:۔ "نماز دین کا ستون ہے"۔

تشریح:۔ نماز اسلام کی مقرر کی ہوئی عبادتوں میں سے اہم ترین عبادت ہے۔ یہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ قرآن میں اس کی تاکید سب سے زیادہ آئی ہے۔ حضور ﷺ نے بھی اس کی فرضیت اور اہمیت پر بار بار زور دیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ مومن اور کافر میں فرق کرنے والی چیز یہی نماز ہے۔ قیامت کے دن یہی نماز مومن کی پہچان کا ذریعہ ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "قیامت میں میری اُمت کے لوگوں کی علامت یہ ہوگی کہ اُن کی پیشانیاں اور وضو کے اعضا نُور سے چمک رہے ہوں گے"۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ خدا کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "وقت پر نماز ادا کرنا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔ پس جب تم سجدہ کرو تو سجدے میں خوب دعا کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے صرف نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے تمام شرعی اور انتظامی تقاضے بھی پورے کئے جائیں۔ نماز کہ کے لئے مسجد، امامت اور دوسرے انتظامات ضروری ہیں۔ نیز وقت کی پابندی ہو اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔ تاکہ اس کے فائدے اور اثرات سارے معاشرے میں پھیلیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ دین میں نماز کا وہی مقام ہے جو جسم کے اندر سر کا ہے اور یہی بات اس حدیث میں ایک اور انداز سے بیان فرمائی گئی ہے کہ "نماز دین کا ستون ہے"۔

دین ساری زندگی پر حاوی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اسلام مکمل ضابطہء حیات ہے۔ نماز میں آدمی خدا کے حکم پر اُس

کے آگے جھک جاتا ہے اور یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے۔ تو نماز گویا یہ سکھاتی ہے کہ جس طرح کوئی بندہ رکوع اور سجدہ کرتے وقت خدا کا تابع ہوتا ہے اسی طرح اُسے نماز کے بعد دنیا کے دوسرے کاموں میں بھی خدا کا تابع اور فرماں بردار ہونا چاہیئے۔ اسلامی نظام کے تمام اجزاء کو بروئے کار لانے ہی سے خدا اور رسول ﷺ کا منشا پورا ہوتا ہے اور معاشرہ اسلام کی برکات سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔

حدیث (۸): "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ"۔ (صحیح بخاری۔ حدیث ۳۸)

ترجمہ:۔ "جس نے رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کی امید سے رکھے (اس کے سبب) اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے"

تشریح:۔ اس حدیث میں ایمان اور احتساب کے الفاظ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں جو نہایت اہمیت کے حامل اور اعمال میں مؤثر ہیں۔ ایمان' پختہ' مضبوط' گہرے اور لازوال اعتماد و بھروسے کا نام ہے یعنی ہر عبادت پر اللہ کی طرف کئے ہوئے وعدوں پر یقین جبکہ احتساب کا مطلب ہے ثواب کی اُمید سے عبادت کرنا اور جب یہ کیفیت حاصل ہو تو پھر اس کے سامنے دنیا و مافیہا کی تمام قوتیں' تمام آسائشیں تمام رعنائیاں اور تمام دلچسپیاں ناکام اور ماند پڑ جاتی ہیں کیونکہ یہی اخلاص ہے۔ اور اسی کی بدولت دنیا کے کارہائے عظیم انجام پاتے ہیں۔

روزہ دینِ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ رمضان کے مہینے میں انسان کے اندر دینی مزاج اور صبر و تقویٰ پیدا کرنے کے لئے مخصوص دینی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ اس ماہ کو نیکیوں کی فصل بہار کہا جاتا ہے۔ ہر تندرست عاقل بالغ پر جس کے لئے کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو رمضان کے پورے مہینے کے روزے فرض کر دیئے گئے ہیں۔ اب جو کوئی ایمان کے تقاضوں کی تکمیل میں اور بارگاہِ الٰہی سے ثواب کی امید کے ساتھ روزے رکھے اور اس ماہِ مبارک کی راتوں میں اپنے رب کے حضور قیام کرے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ایمان و احتساب ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ یعنی شعور و احساس' اخلاص و استغنا' محبت و عاجزی کے جذبات کے ساتھ کسی عمل کو کیا جائے اور جب جواب دہی کی فکر دامن گیر ہو کر عمل کیا جائے تو اس میں ریاکاری' نام و نمود' شہرت اور مفاد پرستی یا لالچ کا شائبہ شامل نہیں ہوتا اور وہ عمل خالص ہو کر رہتا ہے اور ایسے ہی عمل پر مطلوب نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسی لئے فرمایا کہ جس نے بھی ایمان و احتساب کی کیفیت میں روزہ رکھا تو اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حدیث (۹): "رِبَاطُ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ خَیْرٌ مِنْ صِیَامِ شَهْرٍ وَ قِیَامِهٖ" (صحیح مسلم۔ حدیث ۱۹۱۳)

ترجمہ:۔ "ایک دن اور ایک رات جہاد میں بسر کرنا ایک مہینے کے روزے اور نفلی عبادات سے بہتر عبادت ہے۔"

تشریح:۔ رسول اللہ ﷺ معلّم کامل تھے۔ زندگی کے ہر معاملے میں درست رہنمائی آپ ﷺ کا اہم فریضۂ رسالت ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے کوئی گوشۂ حیات ایسا نہیں چھوڑا جس کے متعلق واضح مکمل اور حقیقت پر مبنی ہدایات نہ دی ہوں۔ اعتدال

الله

اور ہر شعبۂ حیات کو مطلوبہ توجہ دینے پر انسانی زندگی کی کامیابی کا انحصار ہے۔ ایک عمل کو زیادہ توجہ دینا اور دوسرے سے غافل رہنا کامیاب زندگی میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے جہاں ذکر واذکار' عبادات ونوافل پر زور دیا وہاں حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی متنبہ فرمایا۔ ایک طبیبِ حاذق کی مانند آپ ﷺ جہاں جہاں کمی محسوس فرماتے فوراً رہنمائی فرماتے۔ چنانچہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے مومنوں کو اسلامی مملکت اور اسلامی ریاست کے حدود کی حفاظت ونگرانی پر توجہ مبذول کرائی ہے کہ اگر اسلامی نظام اور اسلامی ریاست کو دشمنوں کی طرف سے خطرہ درپیش ہو اور ہنگامی حالات ہوں اور ملک کی دفاع کا سوال ہو تو ایسے میں اسلامی ریاست کے سرحدوں کی حفاظت اہم فریضہ قرار پاتا ہے اور ہر مسلم کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ دفاعِ اسلام کی خاطر کمربستہ ہو کر میدان جہاد میں اُترے۔ اس دوران تھوڑے سے وقت کے لئے پہرہ دینے کا عمل مہینوں روزے رکھنے اور مہینوں قیام اللیل اور تہجد گزاری سے افضل ہے۔ اس حدیث میں جہاد کی اہمیت بتائی گئی ہے۔

حدیث (۱۰): "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" (صحیح بخاری۔ حدیث ۸۹۳)

ترجمہ:۔ "تم سب نگران ہو اور تم سے تمہاری نگرانی میں موجود افراد اور رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی"

تشریح:۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اُمت کے ہر فرد کو ذمہ دار قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اُس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

راعی' چرواہے کو کہتے ہیں۔ چرواہا اپنے ریوڑ کی نگہبانی کرتا ہے۔ وہ بھیڑ بکریوں کو چَراتا ہے۔ اُنھیں گلے سے بچھڑنے نہیں دیتا اور بھیڑیے وغیرہ جیسے درندوں کے حملوں سے انہیں بچاتا ہے۔ گویا وہ ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے اور انہیں ہلاکت یا تباہی کے ہر خطرے سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہر مسلمان کو راعی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان انفرادی طور پر اپنی جگہ ذمہ دار ہے۔ ایک خاندان کا سربراہ' اپنے خاندان کا راعی ہے۔ وہ خاندان کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا ذمہ دار ہے۔ بیوی بچوں کی ضروریات بھی اُسے پوری کرنی ہیں اور انہیں راہِ راست کی تعلیم اور تربیت دینا بھی اُس کے ذمے ہے۔ اگر اُس کی غفلت اور بے توجہی سے اولاد بگڑ جائے تو قیامت کے دن اُسے جواب دہی کرنا پڑے گی۔ ایک استاد اپنے شاگردوں کی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار ہے۔ دنیا میں جو جتنا زیادہ صاحبِ اختیار ہے اتنا ہی وہ زیادہ آخرت میں جواب دہ بھی ہوگا۔ ایک حکمران یا بادشاہ پُورے ملک کے عوام کا نگران ہوتا ہے۔ وہ ملک کے سارے وسائل کا مالک بھی ہوتا ہے۔ اُس کے پاس وسیع اختیارات ہوتے ہیں۔ اس لئے قیامت کے روز اُس سے حساب بھی ان سب چیزوں کا لیا جائیگا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ اکثر فرمایا کرتے تھے "اگر دریائے فرات کے کنارے بکری کا بچہ بھی بھوک سے مر گیا' تو عمر اُس کا ذمہ دار ہوگا"۔ ذمہ داری کا یہی احساس تھا کہ ایک دفعہ آپؓ مدینہ کے قرب وجوار میں ایک بڑھیا کے گھر کندھے پر آٹا لاد کر لے جانے لگے اور نوکر نے کہا لائیے میں اٹھا لیتا ہوں تو انہوں نے کہا "قیامت کے روز میرا بوجھ تم نہیں اُٹھاؤ گے"۔

زندگی گزارنے کا یہ ایک سنہری اصول ہے۔ اگر مسلم معاشرے میں اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو کبھی کوئی فساد رونما نہیں ہوسکتا۔ ہر شخص جب اپنی ذمہ داری نبھائے اور قیامت میں جواب دہی کے احساس کے تحت اپنے فرض میں کوتاہی نہ کرے تو معاشرے کے سدھرنے اور مشکل مسائل حل ہونے میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔

مشق

1۔ دیئے گئے سوالات کے جوابات تحریر کریں۔

(i تعلیم اور تعلّم کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

(ii اِتباعِ رسول ﷺ محبت اِلٰہی کا ذریعہ کیسے بن سکتا ہے؟

(iii ایمان اور احتساب کا مفہوم واضح کریں۔

(iv احساسِ ذمہ داری پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

(v ''اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ'' پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i تم میں بہترین وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور اسے ....۔

(ii سب سے بہتر دُعا .... ہے۔

(iii اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرے یا بغض رکھے تو صرف ....۔

(iv رسول کریم ﷺ سے محبت ایمان کا تقاضا اور .... ہے۔

(v علم حاصل کرنا ہر .... پر فرض ہے۔

(vi جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے جذبے سے رکھے اس کے پچھلے تمام گناہ .... گے۔

3۔ مندرجہ ذیل بیانات کے چار ممکنہ جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں ایک جواب درست ہے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

(i سب سے بہتر ذکر ہے:

(الف) لا الٰہ الا اللہ (ب) سبحان اللہ (ج) الحمدللہ (د) لاحول ولاقوۃ الا باللہ

(ii تم میں بہتر وہ ہے جس نے سیکھا اور (دوسروں کو) سکھایا:

(الف) علم سحر (ب) علم صحافت (ج) قرآن مجید (د) علم تجارت

(iii اے ایمان والو! تم بھی حضور ﷺ پر بھیجا کرو۔

(الف) پھول (ب) فخریہ کلمات (ج) دوردوسلام (د) نعتیہ کلام

(iv جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے بغض رکھا اور اللہ کے لئے عطا کیا اور اللہ کے لئے روکا تو اس نے کرلیا:

(الف) ایمان کا آغاز (ب) ایمان آراستہ

(ج) ایمان مکمل (د) ایمان تازہ

(v حدیث نبوی ﷺ میں سب سے بہترین شخص اُسے قرار دیا گیا ہے جو:

(الف) والدین کا فرمانبردار ہو (ب) بہت مالدار ہو

(ج) قرآن سیکھے اور سکھائے (د) جدید تعلیم پائے

4۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

(i خدا کا پسندیدہ اور محبوب بننے کا طریقہ کیا ہے؟

(ii وہ کون سے چار اصول ہیں جو ایمان کے مکمل ہونے کا سبب بنتے ہیں؟

(iii وہ کون سا عمل ہے جس کے کرنے سے انسان قیامت کے روز حضور ﷺ کے زیادہ نزدیک ہوگا۔

(iv قرآن مجید کی راہنمائی کس علاقے اور کس زمانے کے لئے ہے۔

(v حضور اکرم ﷺ سے محبت کا تقاضا کیا ہے؟

(vi اسلام میں نماز کی کیا اہمیت ہے؟

باب سوم

موضوعاتی مطالعہ

(الف) ایمانیات اور عبادات

۱۔ عقیدۂ توحید

مقاصد تدریس

اس سبق کے مطالعہ کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

☆ عقیدہ کا مفہوم بیان کر سکیں گے۔

☆ توحید کا مطلب، عقیدۂ توحید اور اس کی اہمیت بیان کر سکیں گے۔

☆ توحید کے تقاضوں کی واضح تشریح کر سکیں گے۔

عقیدۂ توحید

دینِ اسلام کا پہلا بنیادی اور اساسی عقیدہ ''عقیدۂ توحید'' ہے۔ دوسرے تمام عقائد اور اعمال اسی پر مبنی ہیں۔ اگر توحید اپنی حقیقی شکل میں موجود ہو تو باقی تمام عقائد اور اعمال بھی نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔ توحید کا لفظ وَحَدَ سے بنا ہے۔ جس کا مطلب 'اکیلا' تنہا اور یکتا ہے۔ شریعت کی رو سے توحید کا مطلب قولاً اور عملاً اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، اسی کی عبادت کرنا، اسی کے سامنے جھکنا، اسی سے مدد مانگنا، اسی کے حضور عاجزی اور التجا کرنا، اسی کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کرنا، خالق اور مالک اسی کو سمجھنا، اسی کے قانون کو قانون ماننا، اس کی عبادت اور بندگی میں کسی کو کسی حیثیت سے شریک نہ ٹھہرانا، اسے سب سے اعلیٰ اور برتر ذات سمجھنا اور اسکے واحد و یکتا ہونے پر ایمان لانا توحید کہلاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں سب سے زیادہ آیات توحید ہی کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں۔ کیونکہ اسلام جن عقائد و افکار کی بنیاد پر نظامِ زندگی کی تعمیر کرنا چاہتا ہے اس کی حقیقی روح توحید ہی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورۃ البقرۃ۔۲:۱۶۳)

ترجمہ:۔ ''تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو جس کام پر مامور فرمایا وہ قرآن کے الفاظ میں یہ ہے۔

ترجمہ:۔ ''اے گروہِ پیغمبران لوگوں کو اس حقیقت سے خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں''۔

توحید فطرت کا تقاضا ہے اور ایک ایسا عقیدہ ہے جو ہر آئین کی رو سے مسلّم ہے۔ دنیا کے پہلے بشر و نبی حضرت آدم علیہ السلام نے توحید ہی کی تعلیم دی اور نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے اس توحید کی عظیم ترین حقیقت کے سارے پہلو اپنی امت کے سامنے مکمل طور پر واضح کر دیئے اور سختی کے ساتھ اس عقیدے پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے توحید کے سلسلے میں یہ کہلوایا کہ:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْۙ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (سورۃ الاخلاص ۱۱۲:۱۔۴)

ترجمہ:۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے''۔

خالص توحید یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے کیونکہ اس کی ذات بے مثل ہے' یکتا ہے' بالکل پاک ہے اور تمام عیوب سے مبرا ہے اور تمام نقائص سے منزہ ہے' نہ اس کے علم میں کوئی کمی ہے نہ اس کی قدرت میں کوئی نقص کہ اسے پورا کرنے کے لئے کسی اور کی ضرورت ہو' وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کو فنا اور زوال نہیں۔ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ حیات و موت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ تمام موجودات کا مالک ہے۔ زمین و آسمان کا ہر گوشہ اس کی نظر میں ہے۔ ذرہ ذرہ اپنے اسلوب و انداز میں اس کی تسبیح کر رہا ہے۔

عقیدۂ توحید پر پختہ ایمان انسان کو تسلیم و رضا کی اس معراج پر پہنچا دیتا ہے کہ انسان خود کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اولین شرط قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات

اللہ کی تخلیقات پر سوچنے' زمین و آسمان میں قدرت و حکمت کے کرشموں اور نشانیوں پر غور کرنے اور نظامِ کائنات کی حیرت انگیز تدبیروں پر نگاہ ڈالنے سے خدا کی ہستی پر گہرے یقین کے ساتھ ساتھ ایمان کی یہ بصیرت بھی حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام برتر صفات کا مالک' قوت و اقتدار کا مرکز اور جمال و کمال کا سرچشمہ ہے۔ اس جیسی صفات کسی اور میں نہیں ہیں۔

یعنی خدا کے بے حد و حساب تخلیقی کارنامے' غیر محدود قدرت و حکمت کے کرشمے اور بے پایاں کمالات و عجائب کا شمار

کرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔ آیئے اللہ کی کچھ صفات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اللہ ہر چیز کا خالق ہے

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ (سورۃ الزُّمر۔۳۹:۶۲)

ترجمہ:۔ ''اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے

اللہ ہی رزق دینے والا اور پالنے والا ہے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (سورۃ یونس۔۱۰:۳۱)

ترجمہ:۔ ''ان سے پوچھیئے' وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی بہم پہنچاتا ہے؟ کون ہے جس کے قبضہ میں تمہارے سننے اور دیکھنے کی قوتیں ہیں؟ کون ہے جو بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون ہے جو اس کارخانہءہستی کا انتظام کر رہا ہے؟ وہ یہی کہیں گے کہ اللہ! تو کہیئے' پھر تم اس سے ڈرتے کیوں نہیں''

یعنی خدا ہر پرندے کے آشیانے' ہر کیڑے کے بل اور ہر درندے کی جھاڑی اور غار سے بخوبی واقف ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ہر جاندار کہاں اپنی جان خدا کے حوالے کرے گا۔ پس ایسا وسیع اور کامل علم رکھنے والا پروردگار ہی ہر جاندار کو روزی پہنچاتا ہے اور وہ کسی کو روزی سے محروم نہیں کرتا۔

اللہ کا علم ہر چیز پر حاوی ہے

وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (سورۃ الطلاق۔۶۵:۱۲)

ترجمہ:۔ ''اور اللہ اپنے علم سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے''۔
(یعنی کوئی چیز بھی خدا کے دائرۂ علم سے باہر نہیں)۔

غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے

وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (سورۃ التوبہ۔۹:۷۸)

ترجمہ:۔ '' اور یہ کہ غیب کی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں''۔

اللہ تعالیٰ تو وہ عظیم ہستی ہے جو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔ جو ظاہر کیا جاتا ہے وہ اسے بھی دیکھتا ہے اور جو اس سے چھپایا جاتا ہے وہ اس سے بھی باخبر ہوتا ہے۔

ہر چیز کا مالک اللہ ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ o (سورۃ آل عمران۔۳:۱۰۹)

ترجمہ:۔ ''اور اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے ان ساری چیزوں کا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں''

توحید کے تقاضے

توحید کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے ربّ سے سچی محبت اور عقیدت رکھے۔ اللہ کی رضا کو ہر دوسرے کی رضا پر مقدم رکھے اور خدا کی محبت تمام محبتوں پر غالب کر دے۔

توحید کا ایک بنیادی تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان اپنے ربّ کا شکر ادا کرے جس نے اسے زندگی دی۔ زندگی گزارنے کے لئے ہر نعمت مہیا کی۔ قرآن اس سلسلے میں کہتا ہے کہ:

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ o (سورۃ البقرۃ۔۲:۱۷۲)

ترجمہ:۔ ''اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اگر تم خالص اسی کی بندگی کرنے والے ہو''۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کرنا بھی توحید کا تقاضا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ o (سورۃ بنی اسرائیل۔۱۷:۲۲۔۲۳)

ترجمہ:۔ '' اور تمہارے پروردگار نے قطعی فیصلہ فرما دیا ہے کہ کسی کی عبادت نہ کرو' صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو''۔

اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اختیار کرنا اس کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرنا اور ہر معاملے میں اس کی طرف رجوع کرنا اور اسی سے مدد چاہنا بھی توحید کے بنیادی تقاضے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ o (سورۃ الفاتحہ۔۲:۴)

ترجمہ:۔ ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''۔

یعنی خدا کی بندگی کرنے اور سیدھی راہ پر قائم رہنے میں بھی ہم خدا ہی سے مدد چاہتے ہیں' اور زندگی کی دوسری مشکلات میں بھی خدا ہی سے مدد کے طالب ہیں۔

توحید کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت پر مکمل بھروسہ کیا جائے۔ اسکی ذات سے کبھی مایوس اور نااُمید نہ ہوا جائے۔ ہر حال میں اس کے احکامات اور قوانین کی پیروی اور اطاعت کی جائے۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

(i عقیدہ سے کیا مراد ہے؟ عقیدہ اور ایمان میں کیا فرق ہے؟

(ii عقیدۂ توحید کی وضاحت قرآنی حوالہ جات کی مدد سے کریں۔

(iii قرآن مجید کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان کریں۔

(iv توحید کے تقاضوں پر روشنی ڈالیں۔

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i شریعت کی رو سے توحید کا مطلب .... اور .... اللہ کو ایک ماننا ہے۔

(ii توحید کا لفظ .... سے بنا ہے۔

(iii توحید .... کا تقاضا ہے۔

(iv اللہ ہی تمام برتر صفات کا مالک قوت و اقتدار کا مرکز اور جمال و کمال کا .... ہے۔

(v توحید کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی .... کے لئے مخصوص ہو جائے۔

(vi کوئی چیز بھی خدا کے دائرہ .... سے باہر نہیں۔

(vii اور اسی کے پاس غیب کی .... ہیں۔

3۔ درج ذیل جملوں میں اشارہ ڈھونڈیئے۔

(i اسلام کا بنیادی اساسی اور پہلا عقیدہ ہے۔

(ii اس مختصر سی سورت میں توحید کی مکمل تصویر پیش کی گئی ہے۔

(iii وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

(iv یہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اولین شرط ہے۔

(v اسی (اللہ) کا اقتدار ہے آسمانوں اور زمین میں۔

(vi اللہ سے محبت کرنا، اسی کی بندگی کرنا اور اسی سے مدد مانگنا۔

(vii اس جیسا کوئی نہیں۔

4۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

(i عقیدہ توحید کی تعریف کریں۔

(ii قرآن کے بیان کے مطابق اللہ نے انبیاء کو کس کام پر مامور فرمایا تھا؟

(iii توحید فطرت کا تقاضا کیوں ہے؟

(iv خالص توحید کیا ہے؟

(v عقیدۂ توحید پر پختہ ایمان انسان کو کہاں پہنچا دیتا ہے؟

(vi توحید کا خلاصہ کیا ہے؟

(vii بندے کو اپنے ربّ سے کس قسم کی محبت رکھنی چاہیے؟

(viii عقیدۂ توحید پر ایمان لانا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اولین شرط کیوں ہے؟

۲۔ عقیدۂ رسالت

مقاصد تدریس

اس سبق کے مطالعہ کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ رسالت کا مفہوم بیان کر سکیں گے اور انبیاء کی ضرورت اور ان کی خصوصیات بیان کر سکیں گے۔
- ☆ اطاعت و اتباع کی اہمیت جان سکیں گے۔
- ☆ ضرورتِ رسالت و نبوت بیان کر یں سکیں گے۔
- ☆ حبِ رسول ﷺ کے جذبات کی ترجمانی کر سکیں گے۔
- ☆ ختم نبوت کا مفہوم بیان کر سکیں گے۔

نبوت و رسالت۔ معنی و مفہوم

نبی عربی لفظ ''نبأ'' کے مادے سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں بڑی خبر۔ نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بہت بڑی خبر دینے آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کتاب اللہ کی حقانیت اور آخرت کے قائم ہونے کی خبر۔ جبکہ رسالت گرائمر کے لحاظ سے مصدر ہے جس کے لغوی معنی بھیجنا' پیغام پہنچانا اور خط و کتابت کرنا۔ اصطلاحِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کا کسی برگزیدہ بندے کو انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے بھیجنا رسالت کہلاتا ہے۔

انسان بلاشبہ اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا مگر اس کے باوجود بھی اس کی عقل' فکر اور وجدان (قلبی قوت) میں یہ صلاحیت نہیں تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا و ہدایات کو خود سے معلوم کر سکتا اور زندگی کے مقصد کو سمجھ سکتا کہ اسے پیدا کیوں کیا گیا ہے' اسے پیدا کرنے والا کون ہے' اس کائنات کی تخلیق کا کیا مقصد ہے' اس دنیا میں کس طریقے سے زندگی گزارنی ہے' اچھے اور برے راستے کون کون سے ہیں' اچھے راستوں پر چل کر اسے کیا حاصل ہوگا اور برے راستوں کو چن کر اسے کیا انجام دیکھنا پڑے گا۔ موت کے بعد کیا ہوگا' کیا دنیاوی زندگی کا حساب کتاب دینا ہوگا' جزا اور سزا بھگتنی پڑے گی' حیات بعد الموت ہوگی اور اس دنیا میں خیر و صلاح اور سعادت و فلاح کے راستے نیز تباہی کی طرف جانے والے راستے کون سے ہیں۔

ایسی صورت حال میں ممکن نہیں تھا کہ اللہ رب العالمین اپنے احکام و مرضیات اور ہدایات کو انسانوں تک پہنچانے کے لئے کوئی خارجی انتظام نہ کرتا۔ چنانچہ اس نے یہ انتظام کیا اور اپنے برگزیدہ اور منتخب بندوں کو اپنی تعلیمات کے ساتھ بنی نوع انسانوں میں ہدایت دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔ اسی کو دین کی اصطلاح میں رسالت کہا جاتا ہے اور یہ پیغامِ الٰہی لانے والے اشخاص ''رسول'' کہلاتے ہیں۔

اسلام کے سلسلہء عقائد میں توحید کے بعد رسالت ہی کا درجہ ہے۔ خدا نے اپنے بندوں میں سے جسے چاہا اسے رسالت عطا فرمائی۔ اس سلسلے میں قرآن کی سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ (سورۃ الانعام:۶:۱۲۴)

ترجمہ:۔ ''اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اسے اپنی پیغمبری کس کے سپرد کرنی چاہئے''

رسول کو نبی بھی کہتے ہیں۔ نبی اور رسول میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ رسول نئی شریعت کا حامل ہوتا ہے جبکہ نبی نئی شریعت یا کتاب لیکر نہیں آتا۔ نبی اور رسول دونوں خدا کے منتخب بندے ہوتے ہیں جو بنی نوع انسان کو خیر کے راستے کی بشارت دیتے ہیں اور غلط راستوں پر چلنے کے انجام سے ڈراتے ہیں۔

ضرورت نبوت و رسالت

انبیاء اور رُسل اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور احکامات کی پوری پوری اور مکمل تشریح کرتے ہیں۔ تشریح کا عمل صرف متن اور اس کے لفظوں تک محدود نہیں ہوتا بلکہ عمل اس کا سب سے اہم جزو ہوتا ہے۔ نبیوں اور رسولوں کے اس عملی مظاہرے ہی کو ان کی سنت کہا جاتا ہے۔ اسلامی شریعت چونکہ انبیاء اور رسولوں کے وسیلے اور ذریعے ہی سے عام انسانوں تک پہنچی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص رسولوں کی اطاعت و پیروی کے بغیر خدا سے براہ راست تعلق جوڑنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اسلامی نقطہ نظر سے راہِ راست پر ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ (سورۃ النساء۔۴:۶۴)

ترجمہ:۔ ''انبیاءکرام کی بعثت کا مقصد یہی ہے کہ ان کی اللہ کے حکم سے اطاعت اور پیروی کی جائے''۔

چونکہ رسالت کا مقصد خدا کے پیغام سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے۔ لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر اُمت میں رسول بھیجے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا (سورۃ النحل۔۱۶:۳۶)

ترجمہ:۔ ''اور ہم نے ہر قوم (امت) میں رسول بھیجے''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایات کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کو وحی کے ذریعے اپنی تعلیمات سے متعارف کروایا تا کہ یہ بنی نوع انسان کی ہدایت کا سبب بن سکیں۔ اس اعتبار سے تمام انبیاء پر ایمان رکھنا انہیں سچا اور پاکباز ماننا' ان کی عزت' ادب اور احترام کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ بعض رسولوں پر ایمان لانا اور بعض پر ایمان نہ لانا کفر ہے۔

انبیاء کی بعثت کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں' خدا کی جانب سے آنے والی یہ روشنی ہمیشہ ایک رہی ہے اور وہ روشنی ہدایت و رہنمائی کی روشنی ہے۔

حبّ رسول

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ (سورۃ الاحزاب۔۳۳:۶)

ترجمہ:۔ ''نبی مسلمانوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی مقدم ہیں''

آنحضور ﷺ کی بے مثل شفقت و رحمت اور بے پایاں احسان کا تقاضا یہی ہے کہ مومنین خدا کے رسول کو نہ صرف اپنے ماں باپ' اولاد اور عزیز و اقارب سے زیادہ عزیز رکھیں' بلکہ خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ''کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے لئے اس کے ماں باپ' اولاد اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں''۔ (بخاری و مسلم)

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت جزوِ ایمان ہے۔ آپ ﷺ سے فقط رسمی اور ظاہری محبت مطلوب نہیں ہے بلکہ ایسی محبت مطلوب ہے جو تمام محبتوں پر غالب آجائے۔ جس کے مقابلے میں ہر رشتہ اور محبوب سے محبوب تعلق بھی پیچھے رہ جائے۔ جس کے لئے زمانے اور زمانے کی ہر چیز کو چھوڑا جاسکتا ہو۔ کیونکہ حبیبِ خدا ﷺ سے محبت اور عشق ہوگا تو ایمان کامل ہوگا۔

ایک سچا مسلمان نبی پاک ﷺ سے حقیقی محبت کا حق اس طرح ادا کرسکتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی دل و جان سے اطاعت و پیروی کرے' آپ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنے کی ہر ممکن کوشش و سعی کرے' زندگی کے ہر معاملے میں آپ ﷺ کی طرف رجوع کرے اور آپ ﷺ پر بہت زیادہ درود بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (سورۃ الاحزاب۔۳۳:۵۶)

ترجمہ:۔ ''اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو''۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو کہ مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف بھیجنے والا ہوگا''۔ (سنن الترمذی' کتاب الصلوٰۃ۔ ح۔۴۸۴)

اطاعت و اتباع

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ۝ (سورۃ النساء۔۴:۶۴)

ترجمہ:۔ ''انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد یہی ہے کہ ان کی اللہ کے حکم سے اطاعت اور پیروی کی جائے''۔

اگر کوئی شخص رسول کی اطاعت کے بغیر براہ راست اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کرنا چاہے تو اسلامی نقطہء نظر سے وہ راہِ راست پر نہیں ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد ہدایت صرف آپ ﷺ کی پیروی اور اطاعت کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا وسیلہ تلاش کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے قرآنِ حکیم میں بار بار اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔ یعنی اللہ کی اطاعت قابلِ قبول ہو ہی

نہیں سکتی اگر اس کے محبوب بندے اور نبی حضرت محمد ﷺ کی اطاعت نہ کی جائے۔ یہ بات ویسے بھی عقل کے مطابق ہے کہ اسلامی شریعت انسانوں تک رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے ہی پہنچی ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ تشریف نہ لاتے تو ہمیں نہ اللہ کی وحدانیت کا علم ہوتا نہ اس کے احکامات کی خبر ہوتی۔ اس کے علاوہ اللہ کے رسول کی حیثیت محض پیغام رساں کی نہ تھی بلکہ حضرت محمد ﷺ انسانوں کے ہادی اور رہبر تھے اور آپ ﷺ کے ہر قول اور ہر فعل کا اتباع درحقیقت اللہ کے حکم کا اتباع ہے۔
چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۝ (سورۃ الحشر۔۵۹:۷)

ترجمہ:۔ ''رسول ﷺ جو ہدایات تمہیں دیں قبول کرلو ان پر عمل کرو اور جن باتوں سے منع کریں ان سے رُک جاؤ''۔

ختمِ نبوت

جب انسانی تمدن نے ارتقاء کی منزلیں طے کرلیں اور وہ اس مقام پر پہنچ گیا کہ جہاں سے کسی خاص نبی کا پیغام عام ہو سکے اور دوسری طرف ہدایتِ حق کو قبول کرنے والوں کی ایک امت بھی بن گئی جو کتابِ الٰہی اور نبی کی سیرت کو مِن وعَن محفوظ رکھ سکے تو سلسلہءِ نبوت و رسالت آنحضرت ﷺ پر سارے اوصافِ کمال کے ساتھ ختم کردیا گیا' اور قیامت تک باقی رہنے والی تعلیمات پر مشتمل نیز ہمہ گیر خصوصیات رکھنے والی اور ساری انسانیت کو مخاطب کرنے والی کتاب قرآن مجید نازل فرما کر وحی کا سلسلہ بھی ختم فرما دیا گیا۔ اب کسی کو مزید اس کام پر مامور کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس لئے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری پیغمبر بنا کر ساری انسانیت کی ہدایت و رہبری کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا' نہ کوئی کتاب نازل ہوگی' نہ کوئی دین آئے گا' نہ کوئی شریعت آئے گی' نہ کوئی وحی آئے گی اور نہ کوئی اللہ کا پیغام آئے گا۔ قرآنِ مجید کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کی ساری ہدایات اور ساری تعلیمات نیز سیرت اور اُسوہ کی تفصیلات کا سارا ذخیرہ آج بھی موجود ہے۔ ختمِ نبوت کا ثبوت ہمیں قرآن سے ملے گا' احادیث میں ملے گا اور اس عقیدے پر ہمیشہ سے اجماعِ امت رہا ہے۔ کسی چیز کے حق ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ قرآن بھی کہہ رہا ہو اور احادیث میں بھی واضح طور پر ثبوت موجود ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۝ (سورۃ الاحزاب۔۳۳:۴۰)

ترجمہ:۔ ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں''۔

تمام مفسرین خاتم النبین کے معنی ''آخری نبی'' بیان کرتے ہیں۔

ختم نبوت کے سلسلے میں قرآن مجید کی کچھ اور آیات میں بھی واضح اشارے موجود ہیں۔ آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت کے اختتام کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سارے انسانوں کے لئے ذریعۂ ہدایت بنائے گئے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا وَّ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۝ (سورۃ السبا۔۳۴:۲۸)

ترجمہ:۔ ''اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

سورۃ اعراف میں کہا گیا کہ:

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا۝ (سورۃ الاعراف ۷:۱۵۸)

ترجمہ:۔ ''اے نبی ﷺ کہہ دیجئے' اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''۔

سورۃ انبیاء میں کہا گیا کہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝ (سورۃ الانبیاء ۲۱:۱۰۷)

ترجمہ:۔ ''اور اے نبی ﷺ! ہم نے نہیں بھیجا تم کو مگر تمام جہان والوں کے لئے رحمت کے طور پر''۔

قرآن و سنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرامؓ کے اجماع کی ہے۔ یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ان سب کے خلاف صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔اس سلسلے میں خاص طور پر مسلیمہ کذاب کا معاملہ قابل ذکر ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کے مطالعے سے ہمیں ان حالات کا پتہ چلتا ہے جن میں نبی کی تقرری کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً نبی کے تقرر کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب اس امت میں پہلے نبی نہ بھیجا گیا ہو یا نبی کے تقرر کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو اس کی تعلیمات اور شریعت میں تحریف ہو گئی ہو اور اس کے احکامات کی پیروی کرنا مشکل اور ناممکن ہو گیا ہو یا نبی کے تقرر کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے کہ جب پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعے سے مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو اور تکمیلِ دین کے لئے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔ اب یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ضرورت بھی نبی اکرم ﷺ کے بعد باقی نہیں رہی ہے۔ پس حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا' نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اور اب آپ ﷺ کے بعد جو لوگ بھی رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے وہ دجال اور کذاب ہیں اور اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مشق

1۔ مناسب لفظ لگا کر خالی جگہ پُر کریں۔

i) رسالت کا مطلب ہے......................۔ (آگاہ کر دینا ۔ پیغام پہنچانا ۔ خبردار کرنا)

(ii پیغامِ الٰہی لانے والے اشخاص .... کہلاتے ہیں۔ (اولیاء۔ علماء۔رسل وانبیاء)

(iii اسلام کے سلسلہ عقائد میں رسالت کا .... درجہ ہے۔ (پہلا ۔ دوسرا ۔ تیسرا)

(iv اللہ نے اپنے پیغمبروں کو .... کہہ کر پکارا ہے۔(بشیر ونذیر۔اشرف المخلوقات۔عام انسان)

(v کوئی بھی ایسی .... نہیں جس میں کوئی رسول نہ آیا ہو۔ (ریاست۔قوم۔مملکت)

(vi بعض رسولوں پر ایمان لانا اور بعض پر ایمان نہ لانا .... ہے۔(کفر۔شرک۔بغاوت)

(vii آنحضرت ﷺ کی اطاعت مسلمانوں پر .... ہے۔ (ضروری۔فرض۔سنت)

(viii شریعت کا دوسرا بڑا ماخذ .... ہے۔ (قرآن ۔ سنت ۔ اجماع)

2۔ درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کریں۔

(i رسول حامل شریعت نہیں ہوتا ہے۔ ☐

(ii بشیر بشارت دینے والے اور نذیر ڈرانے والے کو کہتے ہیں۔ ☐

(iii انسان کی عقلی فکری اور وجدانی قوتوں میں یہ صلاحیت نہیں تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو خود سے معلوم کر سکتا ہو۔ ☐

(iv حبِّ رسول ﷺ جزوِ ایمان ہے۔ ☐

(v اسلامی شریعت اللہ کی طرف سے براہ راست انسانوں تک پہنچی ہے۔ ☐

(vi اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں نبی اور رسول بھیجے ہیں۔ ☐

(vii تمام انسان اپنی اصل اور مقصد کے لحاظ سے ایک ہی امت ہیں۔ ☐

(viii آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ بھی درود بھیجتے ہیں۔ ☐

(ix خاتم النبین کا مطلب ہے آخری نبی۔ ☐

(x سلسلہ نبوت کے اختتام کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سارے انسانوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنائے گئے۔ ☐

(xi قرآن وسنت کے بعد تیسرا اہم ترین درجہ اجتہاد کا ہے۔ ☐

3۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i انسانوں نے اللہ کے احکام اور مرضیات کو کس طرح سے سمجھا؟

(ii دین کی اصطلاح میں رسالت کسے کہا جاتا ہے؟

(iii رسول اور نبی کے لغوی معنی بتائیے۔

(iv اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بشیر و نذیر کیوں کہا ہے؟

(v دین میں سنت سے کیا مراد ہے؟

(vi کیا نبی کی اطاعت کے بغیر اللہ سے براہ راست تعلق جوڑا جا سکتا ہے؟

(vii انبیاء کی بعثت کا مقصد بیان کریں۔

(viii اللہ نے نبیوں کو اپنی تعلیمات سے کیسے متعارف کرایا؟

(ix کچھ نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانا اور کچھ پر ایمان نہ لانا کفر کیوں ہے؟

(x نبی اور رسول اپنی امت کے لوگوں کو تاریکی سے نکال کر نور میں لاتے ہیں۔ نور سے کیا مراد ہے؟

(xi نبی پاک ﷺ سے محبت کے اظہار کا کوئی ایک ذریعہ بتائیے۔

(xii آنحضرت ﷺ رحمت للعالمین ہیں۔ اس بات کی وضاحت کریں۔

(xiii عقیدۂ ختم نبوت سے کیا مراد ہے؟

(xiv ایمان کا اصل مزہ کون سے لوگ چکھتے ہیں؟

4۔ مندرجہ ذیل جملوں میں اشارہ ڈھونڈیئے۔

(i یہ اشرف المخلوقات ہے۔

(ii یہ حاملِ شریعت ہوتا ہے۔

(iii آنحضرت ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں؟

(iv ان کا کام لوگوں کو حق کا راستہ دکھانا ہوتا ہے۔

(v یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے۔

(vi یہ اکتسابی نہیں وہبی چیز ہے۔

(vii یہ اللہ کی ہدایات اور احکامات کی پوری پوری اور مکمل تشریح کرتے ہیں۔

(viii یہ رسولوں کے ذریعے ہی عام انسانوں تک پہنچی ہے۔

(ix یہ ایمان کے کامل ہونے کی شرط ہے۔

(x میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

باب سوم

(ب) سیرتِ طَیِّبہ/ اُسوۂ حَسنہ

ا۔ بعثت نبوی ﷺ

مقاصد تدریس

اس سبق کا مطالعہ کر کے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ بعثت نبوی ﷺ کا مفہوم جان سکیں گے۔
- ☆ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپ کی کیفیت بیان کر سکیں گے۔
- ☆ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو کیا تسلی دی کو بیان کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو نبوت عطا کرنے سے پہلے ہی تمام ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک رکھا تاکہ نبوت کے بعد کسی کو انگشت نمائی کا موقع نہ مل سکے۔ چونکہ آئندہ چل کر آنحضرت ﷺ کو ایک منصبِ جلیل ملنے والا تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے آپ ﷺ کو فطرتِ سلیم عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ بچپن ہی سے آپ ﷺ کا دامنِ اخلاق ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رہا اور آپ ﷺ نے رسومِ جاہلیت میں سے کسی میں حصہ نہیں لیا اور خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔ (موطا امام مالک)

ترجمہ: ''مجھے مکارمِ اخلاق (اچھے اخلاق) کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے''

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذاتِ مقدس ﷺ میں تمام محاسن و مکارمِ اخلاق جمع تھے اور کیوں نہ ہوں جبکہ آپ کا معلّم حق تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے اخلاقِ کریمہ کے بارے میں آپؓ سے دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا ''کَانَ خُلُقُہُ الْقُرآنَ'' یعنی ''آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا''۔ اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو کچھ قرآنِ کریم میں اخلاق وصفاتِ محمودہ مذکور ہیں آپ ﷺ ان سب سے متصف تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ طبعاً ان رسوم و عادات سے متنفر تھے' جو پیغمبرانہ وقار کے منافی ہو سکتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ اپنے لڑکپن اور شباب میں قوم کو جس تاریکی میں ڈوبا ہوا دیکھ چکے تھے' اس پر آپ ﷺ کی طبیعت میں بے چینی سی رہتی اور آپ ﷺ حق کی تلاش وجستجو میں رہتے۔ دنیا اور دنیا کے تمام کام آپ ﷺ کو ہیچ نظر آتے تھے۔ لیکن مطلوبِ حقیقی کا پتہ اب تک نہ تھا۔ یہی وہ کیفیت ہے جسے قرآنِ حکیم میں ''وَوَجَدَکَ ضَآلًّا'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہاں ضَآلًّا سے مراد گم کردہ راہ نہیں بلکہ حق کا متلاشی ہے۔

حق کی روشنی (نزول وحی)

حق کی تلاش کے لئے آپ ﷺ کی طبیعت خلوت نشینی اور تنہائی کی طرف مائل ہونے لگی۔ آپ ﷺ اکثر مکہ سے باہر کوئی تین میل کے فاصلے پر پہاڑی سلسلہ فاران کے جبلِ نور کی ایک غار میں چلے جاتے' جس کا نام غارِ حرا تھا۔ یہ چار گز لمبی اور پونے دو گز چوڑی تھی۔ وہاں آپ ﷺ غور وفکر میں مصروف رہتے۔ جسے تَحَنُّث کہتے ہیں۔

عمر مبارک چالیس برس تھی، رمضان کا بابرکت مہینہ تھا اور آپ ﷺ غارِ حرا میں مشغولِ عبادت تھے کہ حضرت جبرائیلؑ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اللہ کا پیغام سنایا

حضرت عائشہؓ اس پورے واقعہ کو ان لفظوں میں بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر منصب رسالت پر فائز ہونے سے پہلے سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ ﷺ خواب میں جو دیکھتے وہ حقیقت ہو جاتا۔ آہستہ آہستہ آپ تنہائی پسند ہوگئے اور غارِ حرا میں عبادت کے لئے جانے لگے۔ کچھ روز وہیں قیام فرماتے پھر گھر آجاتے۔ حضرت خدیجہؓ چند روز کا کھانا بنا دیتیں اور آپ ﷺ اہلِ خانہ سے ملاقات فرما کر واپس تشریف لے جاتے۔ ایک روز عبادت کے دوران اللہ کا فرشتہ حضرت جبرائیلؑ اچانک نمودار ہوا اور آپ ﷺ سے کہا "اقراء" یعنی "پڑھیے"۔ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا "ما انا بقاری" "میں پڑھنا نہیں جانتا"۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر فرشتے نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا اور مجھے زور سے بھینچا اور پھر چھوڑ کر دوبارہ کہا کہ "پڑھیئے" میں نے پھر وہی جواب دیا کہ "میں پڑھنا نہیں جانتا" فرشتے نے پھر وہی عمل دوہرایا اور پھر پڑھنے کے لئے کہا۔ میں نے تیسری مرتبہ بھی یہی جواب دیا کہ "میں پڑھنا نہیں جانتا" غرض تین مرتبہ یہی گفتگو رہی اور فرشتہ یہی عمل دوہراتا رہا۔ اس کے بعد فرشتہ نے سورۃ علق کی یہ آیات تلاوت کیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَo خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍo
اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِo عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْo (سورۃ العلق۔۹۶:۱۔۵)

ترجمہ۔ "اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا پروردگار بہت کرم کرنے والا ہے۔ جس نے قلم (تحریر) کے ذریعے (انسان کو) علم سکھایا، انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جس سے وہ ناواقف تھا"۔

آنحضرت ﷺ نے ان آیات کو دہرایا اور وہ آپ ﷺ کو یاد ہوگئیں۔ پہلی وحی کے بعد آپ ﷺ پر کپکپاہٹ طاری تھی جسمِ مبارک شدتِ وحی سے کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ غارِ حرا سے نکلے اور اپنے گھر کی طرف چلے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی حضرت خدیجہؓ سے فرمایا۔ ''مجھ پر چادر ڈال دو مجھے جان کا خوف ہے''۔ حضرت خدیجہؓ نے فوراً کپڑا اوڑھادیا۔ جب آپ ﷺ کو کچھ سکون حاصل ہوا تو وفا شعار بیوی کو سارا واقعہ سنایا۔ واقعہ سن کر حضرت خدیجہؓ نے کہا۔ ''خدا کی قسم خدا آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، مہمانوں کی تواضع، بیچاروں کی چارہ گری فرماتے ہیں اور مفلسوں کی معاشی مدد کرتے ہیں اور حقداروں کی مدد کرتے ہوئے اسے اس کا حق دلاتے ہیں''۔

وفا شعار بیوی کی یہ باتیں سن کر آنحضرت ﷺ کو بے حد سکون ملا۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل عیسائی عالم تھے اور انجیل کی کتابت کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے انہیں پورا واقعہ سنایا۔ واقعہ سن کر ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کے نبی ہونے کی تصدیق کی اور کہا۔

هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي كَانَ يَنزِلُ عَلٰى مُوسٰى

ترجمہ۔ ''یہ وہ فرشتہ (جبرائیل) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحیِ الٰہی لے کر آیا کرتا تھا''۔

ورقہ بن نوفل نے کہا کہ ''کاش میں جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو نکال دے گی''۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ''کیا قوم مجھے نکال دے گی؟'' ورقہ بولا ''ہاں! اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی' اس سے شروع میں عداوت ہی ہوتی رہی۔ کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور ﷺ کی نمایاں خدمت کروں''۔ اس کے بعد آپ ﷺ بدستور غارِ حرا میں تشریف لے جاتے رہے۔ کچھ عرصہ تک آپ ﷺ پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ اس عرصہ کو زمانہ فترۃ الوحی کہا جاتا ہے۔ اس عرصے میں آپ ﷺ بہت بے چین رہا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اسی حالت میں تھے کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام کا ظہور اس طرح ہوا کہ آسمان و زمین کے مابین ایک کرسی پر جلوہ فرما تھے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ پر ہیبت طاری ہوگئی۔ گھر آئے اور خدیجہؓ سے فرمایا ''دَثِّرُونِیْ' دَثِّرُونِیْ'' یعنی مجھے کچھ اوڑھادو۔ اور آپ ﷺ کپڑا لپیٹ کر لیٹ گئے لیکن اب اس مشن کو پھیلانے کا وقت آگیا تھا' جس کے لئے آپ ﷺ کو منتخب کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُo قُمْ فَاَنْذِرْo وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْo
وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْo وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْo (سورۃ المدثر ۷۴:۱۔۵)

ترجمہ: ''اے چادر میں لپٹے ہوئے شخص! اٹھ اور لوگوں کو (عذابِ الٰہی) سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے صاف رکھ اور ناپاکی سے دور رہ''۔

یوں وحی کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

(i آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی کے واقعہ کو اپنے الفاظ میں لکھیں۔

(ii آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی سورۃ علق کی آیات میں کیا کہا گیا ہے؟ آسان لفظوں میں مفہوم بیان کریں۔

(iii حضرت خدیجہؓ نے وحی کا حال سن کر آپ ﷺ سے کیا کہا تھا؟ اپنے لفظوں میں بیان کریں۔

2۔ خالی جگہ مناسب الفاظ سے پُر کریں۔

(i آنحضرت ﷺ کو عمر کے .... برس میں نبوت کے منصب پر فائز فرمایا گیا۔
(پینتالیسویں۔ چالیسویں۔ اڑتالیسویں)

(ii پہلی وحی .... میں نازل ہوئی۔ (غارِ حرا۔ غارِ ثور۔ کوہ طور)

(iii آپ ﷺ کو ماہ .... میں نبوت ملی۔ (شوال۔ محرم۔ رمضان)

(iv وحی لانے والے فرشتے کا نام حضرت .... ہے۔ (میکائل۔ جبرائیل۔ اسرافیل)

(v سورۃ علق کو سورۃ .... بھی کہتے ہیں۔ (اعراف۔ انعام۔ اقراء)

(vi ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہؓ کے .... بھائی تھے۔ (خالہ زاد۔ ماموں زاد۔ چچازاد)

(vii ورقہ بن نوفل ایک عیسائی .... تھے۔ (طبیب۔ عالم۔ راہب)

3۔ اشارہ ڈھونڈیے۔

(i عیسائی عالم، کاتبِ انجیل، نابینا اور عمر رسیدہ

(ii گوشۂ تنہائی۔ آنحضرت ﷺ کی پہلی عبادت گاہ۔ مکہ سے قریب

(iii پانچ آیات۔ علم کی اہمیت۔ غارِ حرا

(iv مجھے جان کا خوف ہے۔ جسم پر کپکپاہٹ۔ چادر اوڑھا دو

(v حوصلہ بڑھایا۔ خدا آپ ﷺ کو رسوا نہیں کرے گا۔ ورقہ بن نوفل سے مشورہ

4۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i آنحضرت ﷺ غارِ حرا میں جا کر عبادت کیوں کیا کرتے تھے؟

(ii حضرت جبرائیلؑ نے پہلی وحی کے موقع پر آنحضور ﷺ کو اپنی گرفت میں لے کر کیوں بھینچا تھا؟

(iii پہلی نازل ہونے والی آیات میں کیا کہا گیا تھا؟ مقصد اور مفہوم بتائیں۔

(iv وحی کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ پر کپکپاہٹ اور رقت کیوں طاری ہوگئی تھی؟

(v حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو وحی کے نزول کے بعد ورقہ بن نوفل کے پاس کیوں لے گئی تھیں؟

۲۔ دعوت و تبلیغ

مقاصد تدریس

اس سبق کا مطالعہ کر کے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ جان سکیں گے کہ:

☆ تبلیغ کا مفہوم کیا ہے۔
☆ قرآن میں تبلیغ کے متعلق کیا فرمایا ہے۔
☆ تبلیغ کی ابتداء کیسے ہوئی۔
☆ اعلانیہ تبلیغ کا آغاز کیسے ہوا۔

تبلیغ

تبلیغ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پیغام پہنچا دینا۔ آخری منزل تک پہنچانا، اچھی طرح پہنچانا یا پہنچانے میں انتہائی کوشش کرنا۔ تبلیغ کا اصطلاحی مفہوم دوسروں تک اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ یعنی اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا اور پوری طرح پہنچانا تبلیغ کہلاتا ہے۔ قرآن حکیم میں بلاغ مبین کی ترکیب بھی استعمال ہوئی ہے۔ جس کے معنی کھول کھول کر بیان کرنا اور دوسروں تک بڑی وضاحت سے خدا کا پیغام پہنچانا ہے۔

تبلیغ غیر مسلم کو بھی ہوسکتی ہے اور مسلم کو بھی۔ جہاں غیر مسلم کے کانوں میں اسلام کا پیغام پہنچانا ہے وہاں مسلم کو بھی برائیوں سے پرہیز کرنے اور نیکی کی طرف زیادہ سے زیادہ میلان بڑھانے کیلئے تبلیغ کی ضرورت رہتی ہے۔

تبلیغ کی اہمیت

اسلام میں تبلیغ کی اہمیت کا اندازہ اس حکم سے لگائیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دنیا میں مُبَلِّغ بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ کو اس فرض کی طرف بار بار متوجہ کیا۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (سورۃ المدثر ۷۴:۱۔۲)

ترجمہ: ''اے چادر میں لپٹے ہوئے اٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا''

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۝ (سورۃ المائدہ۔۵:۶۷)

ترجمہ: ''اے رسول اللہ ﷺ آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ پر اُترا ہے اسے دوسروں تک پہنچا دیں''۔

فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۝ (سورۃ الشوریٰ۔۴۲:۱۵)

ترجمہ: ''لوگوں کو دعوت دے اور مضبوط و قائم رہ جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے''

تبلیغ کی ابتداء

نبوت سے سرفراز ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے اسلام کے پیغام کی اشاعت شروع کردی مگر ابتداء میں تبلیغ کو تین برس تک خفیہ رکھا گیا۔ خفیہ تبلیغ میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثؓ نے اسلام قبول کیا۔ اشاعتِ دین کے کام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوگئے پھر عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہؓ نے اسلام کو قبول کیا اسی خفیہ تبلیغ کے زمانہ میں حضرت بلال حبشیؓ، حضرت عبیدہ بن حارثؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ نے بھی اسلام قبول کیا۔

اعلانیہ تبلیغ

نبوت کو تین برس کا عرصہ گزر گیا۔ اس عرصے میں تبلیغ خفیہ طریقہ پر ہوتی رہی اور دعوتِ دین انفرادی طور پر دی جاتی رہی پھر اللہ رب العزت کا حکم ہوا کہ کھلے عام اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔ آنحضرت ﷺ پر سورۃ الشعراء کی وحی ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اعلانیہ تبلیغ کی جائے اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔

اس حکم کے فوراً بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے پورے خاندان کو اپنے گھر دعوت پر مدعو فرمایا تاکہ مجلس میں لوگوں کو اللہ کا پیغام دے سکیں مگر ابولہب نے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا اور کھڑے ہوکر شانِ رسول ﷺ میں گستاخی کرنے لگا اور واضح طور پر کہہ دیا کہ اگر تم نے باپ دادا کے دین کی مخالفت نہیں چھوڑی تو ہم تمام لوگ تمہارے دشمن اور تم ہمارے دشمن ہو۔ اس طرح یہ محفل برخاست ہوئی اور پیارے نبی اللہ کا پیغام لوگوں تک نہیں پہنچا سکے اگلے روز پھر تمام لوگوں کو کھانے پر بلایا گیا۔ اس مرتبہ آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے اللہ کا پیغام رکھا اور کہا کہ جس راستے پر آپ لوگ چل رہے ہیں وہ درست نہیں ہے۔ میں آپ لوگوں کے لئے دین و دنیا کی نعمتیں لیکر آیا ہوں۔ اللہ کی پیروی اختیار کریں، اسی میں کامیابی ہے مگر ان ظالموں میں سے کسی کے دل پر ان باتوں کا اثر نہیں ہوا۔ پوری مجلس میں ایک نوعمر لڑکا اٹھا اور اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔ یہ بچہ شیرِ خدا حضرت علیؓ تھے۔ یہ محفل بھی برخاست ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے خاندان والوں سے ایسی امید ہرگز نہ تھی مگر آپ ﷺ مایوس نہیں ہوئے ایک روز آپ ﷺ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوگئے اور اہلِ قریش کو پکارا لوگ اکٹھے ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پشت پر ایک لشکرِ جرار جمع ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے صادق سمجھو گے۔ لوگوں نے کہا ہم نے آپ ﷺ کو صادق اور امین پایا ہے۔ ہم آپ ﷺ کی بات پر ضرور یقین کریں گے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! میں تم کو خدائے واحد کی جانب بلاتا ہوں اور بت پرستی کی نجاست سے پاک کرنا چاہتا ہوں تم اس دن سے ڈرو جب اللہ کے سامنے حاضر ہوکر اپنے اعمال و کردار کا حساب دینا ہے"۔

یہ صدائے حق جب قریش کے کانوں میں پہنچی تو وہ حیران رہ گئے اور باپ دادا کے دین بت پرستی کے خلاف آواز سن کر

طیش میں آئے گئے۔ سب سے زیادہ طیش آپ ﷺ کے حقیقی چچا ابولہب کو آیا۔ اس نے غضبناک ہو کر کہا "تو ہمیشہ ہلاکت اور رسوائی کا منہ دیکھے' کیا تو نے یہ سنانے کے لئے ہمیں یہاں بلایا تھا"۔

جس شخص کے خصائلِ حمیدہ سے پوری قوم متاثر تھی جونہی اس نے انہیں حق کی دعوت دی تو یہی قوم ان کی دشمن اور خون کی پیاسی بن گئی۔ آپ ﷺ نے اپنے خاندان اور برادری کے لوگوں کو راہِ حق دکھانے اور ان میں ایمان کی روشنی پیدا کرنے کی بہت کوشش کی مگر چند ایک کے علاوہ ان میں سے کسی نے آپ ﷺ کی آواز پر لبیک نہیں کہا۔ تب تبلیغ کی اشاعت کا اگلا مرحلہ آیا اور خدائے برحق کا حکم ہوا کہ اب خاندان کے دائرے سے آگے بڑھ کر مکہ اور اطرافِ مکہ کے قبائل و اقوام کو بھی اسلام کی دعوت دیں سورۃ الانعام یہی حکم لیکر آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔

سورۃ الشوریٰ میں بھی آنحضرت ﷺ کو یہی حکم ان لفظوں میں دیا گیا کہ۔

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ٥ (سورۃ الشوریٰ۔۴۲:۷)

ترجمہ۔ "اور اسی طرح ہم نے تم پر قرآن نازل کیا عربی زبان میں تا کہ ڈراؤ شہر مکہ کے باشندوں کو اور ان کو جو اس کے آس پاس ہیں"۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تبلیغ حق کو مکہ تک محدود نہیں کیا بلکہ اطراف مکہ کے لئے عام کر دیا اور طائف حنین اور یثرب (مدینہ) تک اپنی صدائے حق کو پہنچایا۔

آپ ﷺ کو بتا دیا گیا کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پوری دنیا کے لئے ہے اور اس پیغام حق نے پوری دنیا میں پھیلنا ہے۔

سورۃ السباء میں ارشاد ہوا کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥ (سورۃ السباء۳۴:۲۸)

ترجمہ۔ "اور ہم نے آپ ﷺ کو کائنات انسانی کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے (اعمال نیک) پر خوشخبری سنانے اور (اعمال بد) پر لوگوں کو ڈرانے کے لئے اور اکثر جاہل لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے"۔

پس آنحضرت ﷺ نے ہر طرح کی رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود بھی اسلام کے پیغام کی تبلیغ جاری رکھی اور اس پیغام کو ہر جگہ پہنچانے کی کوششیں اور بھی زیادہ تیز کر دیں۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

i) آنحضرت ﷺ نے دینِ اسلام کی تبلیغ کا کام کن حالات میں کیا؟ اپنے لفظوں میں بیان کریں۔

(ii اعلانیہ تبلیغ کے بعد آنحضرت ﷺ کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا؟ وضاحت کریں۔

2۔ خالی جگہ مناسب جواب کا انتخاب کر کے پُر کریں۔

(i اعلانیہ تبلیغ کا حکم سورۃ .... میں دیا گیا۔ (الفرقان۔ الشعراء۔ الانعام)

(ii آنحضرت ﷺ نے خاندان والوں کو حق کا پیغام سنایا تو .... شانِ رسول میں گستاخی کا مرتکب ہوا۔ (ابوجہل۔ ابولہب۔ ابوسفیان)

(iii خاندان والوں میں سے صرف ایک کم سن بچے حضرت .... نے آپ ﷺ پر ایمان لانے کا یقین دلایا۔ (حضرت علیؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ)

(iv آنحضرت ﷺ نے کوہ .... پر چڑھ کر اہلِ قریش کو پکارا۔ (طور۔ مروہ۔ صفا)

(v آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت .... کیلئے ہے۔ (مکہ و مدینہ۔ عرب۔ پوری دنیا)

3۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i ابتداء میں تبلیغ کو خفیہ کیوں رکھا گیا؟

(ii سورۃ الشعراء کی ان آیات کا ترجمہ لکھیں جس میں آنحضرت ﷺ کو اپنے خاندان والوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا۔

(iii آنحضرت ﷺ کی دعوتِ تبلیغ سن کر خاندان کے افراد نے کس ردِ عمل کا اظہار کیا؟

(iv اس موقع پر حضرت علیؓ نے کیا کہا تھا؟

(v سورۃ السباء میں بعثتِ عامہ کے متعلق کیا کہا گیا؟

4۔ درست اور غلط کی نشاندہی کیجئے۔

(i ابتداء میں تبلیغ کو پانچ برس تک خفیہ رکھا گیا۔ (ص ۔ غ)

(ii حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اعلانیہ تبلیغ کے بعد اسلام قبول کیا۔ (ص ۔ غ)

(iii ابوجہل گستاخِ رسول ﷺ تھا۔ (ص ۔ غ)

(iv شیرِ خدا حضرت علیؓ کو کہا جاتا ہے۔ (ص ۔ غ)

(v آنحضرت ﷺ کی دعوت و تبلیغ سے خاندان والے سیخ پا ہو گئے۔ (ص ۔ غ)

۳۔ ہجرتِ مدینہ اور غزوات

(i) ہجرتِ مدینہ ۱۳ نبوی (۶۲۲ء)

مقاصد تدریس

اس سبق کا مطالعہ کر کے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ بیان کر سکیں گے کہ:

☆ ہجرت کا مفہوم کیا ہے۔ ☆ ہجرتِ مدینہ کیوں ضروری ہو گئی تھی۔ ☆ ہجرتِ مدینہ کے اسباب کیا ہیں۔

☆ ہجرتِ مدینہ کے واقعات کیا تھے۔ ☆ ہجرتِ مدینہ کے کیا اثرات نکلے۔

ہجرت کے لغوی معنی کسی چیز کو چھوڑ دینا، کسی کام کو ترک کر دینا لیکن اصطلاحی معنوں میں ہجرت اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اسلام کی سربلندی اور ملت مسلمہ کی بہبود کے لئے وطن چھوڑنا، رشتے دار، جائیداد اور دیگر مفادات چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہو کر اپنا مستقل وطن سمجھ لینا۔

نبوت کے تیرھویں سال ہجرت کا واقعہ پیش آیا جس سے اسلامی تاریخ بدل گئی۔ آنحضرت ﷺ کو مکہ سے بہت محبت تھی وہ اس شہر کو کسی قیمت پر بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے مگر اہل مکہ نے آپ ﷺ کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی ہجرت سے پہلے ہی مسلمانوں کو ہجرت مدینہ کی اجازت دے دی کیونکہ وہاں مسلمان سکون کے ساتھ اپنے معبودِ حقیقی کی عبادت کر سکتے تھے لیکن آپ ﷺ حکمِ الٰہی کے منتظر تھے جب آپ ﷺ کو بارگاہِ الٰہی سے اجازت ملی تو آپ مدینہ ہجرت فرما گئے۔

سرورِ کائنات ﷺ کا اپنے آبائی شہر مکہ کو خیر آباد کہہ کر مستقل طور پر مدینہ چلے جانا اور وہاں پر ایک آزاد اسلامی ریاست قائم کرنا تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے۔ یہیں سے اس اسلامی سلطنت کا آغاز ہوا جو آگے چل کر روئے زمین میں دینِ حق کی اشاعت کا سبب بنی۔

اسباب

ہجرت کے اہم اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مکہ میں اشاعت اسلام پر پابندی

مکہ میں جتنی بھی سعید روحیں تھیں وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں اور اب مزید اشاعت اسلام کی گنجائش نظر نہیں آتی تھی۔ شعب ابی طالب میں نظر بندی کے بعد سرداران قریش اسلام کی مخالفت میں اور زیادہ سرگرم عمل ہو گئے۔ جس سے اسلام کی اشاعت میں کمی واقع ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کسی ایسے مرکز کی تلاش میں تھے جہاں آپ ﷺ اسلام کی وسیع پیمانے پر تبلیغ و اشاعت کر سکیں۔

2۔ مسلمانوں پر مظالم

قریش مکہ اسلام کے سخت دشمن تھے اس لئے جو بھی شخص کلمہ توحید کا اقرار کرتا اس پر مصائب اور مشکلات کے پہاڑ توڑے جاتے اور اس کا جینا حرام کر دیا جاتا۔ حضرت بلال حبشیؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت صہیب رومیؓ وہ ہستیاں ہیں جن کو راہِ حق میں سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ خود آنحضرت ﷺ پر بھی قریش مکہ ظلم ڈھانے سے باز نہ آتے تھے۔ اہلِ مکہ نے مسلمانوں کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ ان کا مکہ میں رہنا محال ہو گیا۔

3۔ ہجرت حبشہ کا کامیاب تجربہ

اس سے پہلے کچھ مسلمان اللہ کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے اور وہاں پر امن کی زندگی گزار رہے تھے۔ اس تجربہ نے مسلمانوں پر ثابت کر دیا کہ مکہ سے دور رہ کر وہ خوشحال زندگی گزار سکتے ہیں اور اسلام کے احکامات پر آزادی سے عمل کر سکتے ہیں۔ حبشہ کی نسبت مدینہ بہتر جگہ تھی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کی اجازت عطا فرمائی۔

4۔ مدینہ کی دفاعی حیثیت

مدینہ دفاعی لحاظ سے ایک محفوظ مقام تھا۔ اس کے تین اطراف میں پہاڑ اور نخلستان تھے اور ایک ہی طرف سے حملہ کا خطرہ تھا جسے آسانی سے روکا جا سکتا تھا۔ مکہ کے تمام تجارتی راستے مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے۔ ان پر پہرہ بٹھا کر قریش مکہ پر معاشی دباؤ ڈالا جا سکتا تھا۔

5۔ اہلِ مدینہ کا اشتیاق

مکہ میں اسلام کی تبلیغ واشاعت پر پابندی تھی۔ جبکہ مدینہ میں اسلام خوب پنپ رہا تھا۔ اہل مدینہ نے آنحضرت ﷺ پر جانثاری کی بیعت کی اور آپ ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اہلِ مدینہ کا آپ ﷺ کے ساتھ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ عہد لیا کہ غلبہ اسلام کے بعد آپ ﷺ مدینہ میں ہی قیام کریں گے۔ اہلِ مدینہ کے اس اخلاص کی بدولت آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت کا فیصلہ فرمایا۔

6۔ اسلامی نظام کی تکمیل کا تقاضا

اسلامی نظام اجتماعیت کے فروغ کے لئے یہ ضروری تھا کہ مسلمان مکہ سے کسی پر امن مقام کی طرف ہجرت فرما جائیں۔ مکہ میں اسلام کے تمام پہلوؤں پر عمل کرنا ممکن نہ تھا۔ نماز باجماعت پر پابندی تھی جبکہ مدینہ میں سردارانِ قبائل تک حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ لہٰذا اسلامی نظام کی تکمیل اور اسلامی ریاست کے قیام کیلئے مدینہ بہترین جگہ تھی۔

7۔ حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات

عرب کے قبائلی نظام میں سرداران قبیلہ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اگرچہ آپ ﷺ کے چچا اور خانوادہ بنوہاشم کے

سردار ابو طالب نے اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن وہ آنحضرت ﷺ کے ہمدرد اور غم خوار تھے۔ ان کی زندگی میں قریش مکہ آپ ﷺ کے خلاف کوئی بھی سخت اقدام کرنے سے باز رہے۔ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ بھی مکہ کی با اثر خاتون تھیں اور بہت سے سرداران قریش پر ان کے احسانات تھے۔ ان بزرگ ہستیوں کی وفات پا جانے کے بعد قریش مکہ نے آپ ﷺ کے خلاف زیادتیوں کا سلسلہ تیز کر دیا۔ جس کے سبب آپ ﷺ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔

8۔ آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ

ہجرت مدینہ کا فوری سبب یہ ہوا کہ دارالندوہ میں سرداران قریش نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا خطرناک منصوبہ تیار کیا تاکہ ہادیِ اسلام سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکے۔ منصوبہ کو عملی شکل دینے کے لئے ایک رات کا انتخاب بھی کر لیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کفار کے اس ناپاک ارادہ سے محفوظ رکھا۔

9۔ اذنِ الٰہی

ہجرت کا سب سے بڑا سبب حکم خداوندی تھا۔ مسلمان پہلے ہی ایک ایک کر کے مکہ چھوڑ چکے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کفار کے ناپاک ارادہ سے خبردار کرنے کے بعد اجازت فرمائی کہ آپ ﷺ مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت فرما جائیں۔

ہجرت مدینہ کے واقعات

آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ اور روانگی

دارالندوہ میں مختلف قبائل کا اجلاس ابوجہل کی زیرِ قیادت ہوا جس میں یہ طے پایا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک نوجوان آنحضرت ﷺ کے مکان کا محاصرہ کرے اور جب آپ ﷺ صبح نماز کے لئے نکلیں تو سب مل کر حملہ کر دیں۔ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کفار نے ۲۷ صفر ۱۳ نبوی کو آپ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو قریش کے ناپاک ارادوں سے آگاہ کر دیا اور آپ کو مکہ سے ہجرت کا حکم فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس اہل مکہ کی کچھ امانتیں تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹایا اور ان سے فرمایا کہ بلاخوف وخطر میرے بستر پر سو رہو دشمن تمہیں گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ صبح لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کر کے یثرب (مدینہ) چلے آنا۔

قریش کسی کے گھر میں گھس کر حملہ کرنے کو معیوب خیال کرتے تھے۔ اس لئے دروازے پر آپ ﷺ کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔ اللہ کے حکم سے تمام پہرہ دار سو گئے اور آپ ﷺ ان کے درمیان سے سورہ یٰس کی تلاوت کرتے ہوئے نکل گئے۔ وہاں سے آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے ہی سے اس کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ حق کے علمبرداروں کا یہ قافلہ راتوں رات مکہ سے جبلِ ثور کی

طرف روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے کعبہ کو دیکھ کر فرمایا ''مکہ تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن تیرے فرزند مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے''۔

غارِ ثور میں قیام

رات کی تاریکی میں آنحضرت ﷺ تقریباً تین میل کا سفر طے کر کے جبل ثور کی طرف بڑھے اور وہاں ایک غار میں پناہ لی جس کو غارِ ثور کہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی روانگی کے بعد صبح جب قریش نے دیکھا کہ ان کے بستر پر حضرت علیؓ سو رہے ہیں اور آپ ﷺ مکہ سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو ان کو کافی شرمندگی اور ندامت ہوئی اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص حضرت محمد ﷺ کو پکڑ لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ انعام کے لالچ میں بہت سے لوگ آپ ﷺ کے تعاقب میں نکل پڑے۔ ایک متلاشی گروہ آپ ﷺ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے منہ تک پہنچ گیا۔ آہٹ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ پریشان ہوئے کہ کہیں یہ لوگ آنحضرت ﷺ کو نقصان نہ پہنچائیں لیکن آنحضرت ﷺ کے اطمینان کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (ترجمہ۔ ''گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے'')

اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کو دیکھ کر تلاش کرنے والے غار کے دہانے سے ہی واپس لوٹ گئے۔

غارِ ثور سے روانگی

آنحضرت ﷺ اور آپ کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ تین دن تک اس غار میں رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ دن بھر کی کاروائی سے آنحضرت ﷺ کو آگاہ کر جاتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ انہیں بکریوں کا دودھ پلا آتے اور عبداللہ بن ابوبکرؓ کے پیچھے بکریاں ہانک لاتے تاکہ قریش مکہ حضرت عبداللہؓ کے قدموں کے نشانات نہ دیکھ سکیں۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ آپ کو کھانا پہنچا آتی تھیں۔

چوتھی رات کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر سے دو اونٹنیاں آ گئیں اور آپ ﷺ اپنے راہنما عبداللہ بن اریقط کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا غلام عامر بن فہیرہؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔

سراقہ بن جعشم کا تعاقب

یکم ربیع الاوّل بروز دوشنبہ کو چار افراد پر مشتمل یہ مختصر سا قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ سفر زیادہ تر رات کو کیا جاتا تھا اور اصل راستہ چھوڑ کر ساحلی راستہ اختیار کیا گیا تاکہ قریش آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکیں۔ اس کے باوجود سراقہ بن جعشم نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور آپ ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے گھوڑا آگے دوڑایا۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ سے دعا کی تو اس کے

گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ وہ اٹھا اور پھر سوار ہو کر آپ ﷺ کی طرف بڑھا۔لیکن پھر ٹھوکر کھائی۔ تین دفعہ ٹھوکر کھانے کے بعد اس نے آنحضرت ﷺ سے امان طلب کی اور آپ ﷺ کی گرفتاری اور انعام سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہؓ سے اس کے لئے امان نامہ لکھوادیا۔

قباء میں قیام

۸ ربیع الاوّل ۱۳ نبوی بروز دوشنبہ آنحضرت ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر وادی قباء پہنچے اور وہاں پر آپ ﷺ نے کلثوم بن الہدم کے گھر چودہ دن تک قیام فرمایا۔ یہاں پر آپ ﷺ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جس کو مسجد قباء کہتے ہیں۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے۔ حضرت علیؓ بھی لوگوں کی امانتیں واپس کر کے قباء میں ہی آپ ﷺ سے آملے۔

مدینہ میں داخلہ

قباء سے آپ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں بنوسالم کے محلّہ میں نماز جمعہ کی فرضیت کا حکم آیا اور آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ پہلی نماز جمعہ ادا فرمائی۔ مدینہ میں آپ ﷺ کا بڑا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ خاص طور پر آپ ﷺ کے ننھیالی رشتہ دار بڑی سج دھج سے استقبال کے لئے آئے تھے۔ بچیاں بڑے محبت بھرے انداز میں یہ اشعار گنگنا رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا (ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا)
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ (کوہ وداع کی پہاڑیوں سے)
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا (ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے)
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ (جب تک کہ دعا مانگنے والے دعا مانگیں)

ہر شخص کی خواہش تھی کہ آنحضرت ﷺ اس کو شرف میزبانی بخشیں لیکن یہ سعادت حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے حصہ میں آئی اور آپ ﷺ سات ماہ تک حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں مقیم رہے۔ آنحضرت ﷺ کی آمد کے بعد یثرب کو لوگ مدینہ النبی ﷺ کہنے لگے اور پھر رفتہ رفتہ یہ نام صرف مدینہ رہ گیا۔

ہجرت کے نتائج

ہجرت مدینہ تاریخ اسلام کا ایک اہم واقعہ ہے اس کے نتائج مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ پر سکون ماحول

مکہ میں مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ وہاں انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔

مدینہ میں اس ظلم وستم کا خاتمہ ہوا۔ مسلمانوں کو ایک پرسکون ماحول میسر آیا جہاں وہ آزادی کے ساتھ ایک خدا کی عبادت اور بندگی کرنے لگے۔

2۔ غلبہ اسلام واشاعت اسلام

مسلمانوں کی انتہائی کوشش کے باوجود مکہ میں اسلام کی اشاعت میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہو سکا۔ ہجرت کے بعد اسلام نے ترقی کی اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اسلام عرب کے طول وعرض میں پھیل گیا۔

3۔ اہلِ مکہ پر دباؤ

اہلِ مکہ اسلام اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے اور مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ ہجرت کا یہ فائدہ ہوا کہ مسلمانوں کو قریش کی اقتصادی ناکہ بندی کرنے کا موقع مل گیا۔ یہ ناکہ بندی مسلمانوں کے لئے خیر اور بہتری کا پیغام لائی۔

4۔ اوس اور خزرج کا اتحاد

مدینہ میں دو قبیلے اوس اور خزرج آباد تھے جو آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ ہجرت کی برکت سے ان میں اتحاد پیدا ہوا اور ان کے باہمی تعلقات بہتر ہوئے۔ جس سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔

5۔ اسلامی ریاست کا قیام

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ایک ایسی اسلامی ریاست تشکیل دی گئی جس میں اسلام کے تمام قوانین کا نفاذ کیا گیا اور اسلام کے نظام اجتماعیت کو عملی شکل مل گئی۔

6۔ ایمان کی کسوٹی

ہجرت مدینہ اسلام میں کھرے اور کھوٹے کی پہچان بن گئی۔ جو سچے مسلمان تھے انہوں نے اللہ کی رضا کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور جو منافق تھے انہوں نے ہجرت پر دنیاوی مال کو ترجیح دی۔ اس طرح سے ہجرت ایمان کی کسوٹی ثابت ہوئی۔

7۔ اخوت کا فروغ

اسلام میں ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی کہا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے موقع پر ایک انصاری کو ایک مہاجر کا بھائی قرار دیکر اس رشتہ اخوت کو اور زیادہ مضبوط کر دیا اور یہ رشتہ اخوت اتنا مضبوط اور مستحکم ہوا کہ حقیقی اور مواخاتی بھائی میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔

8۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر

مسجد کو دینِ اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی۔

جس میں نہ صرف یہ کہ نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی بلکہ مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل بھی تلاش کیا جاتا تھا۔

9۔ مسلمانوں کی قوت میں اضافہ

ہجرت کے بعد مسلمانوں کی تعداد اور قوت میں اضافہ ہوا۔ مسلمانوں کی تمام قوت ایک مرکز پر جمع ہوگئی اور اسے نشو ونما پانے کے بہتر مواقع مل گئے۔ چند ہی سالوں میں مسلمان اس قابل ہو گئے کہ انہوں نے پورے عرب کو زیر کرلیا۔

10۔ معاشی خوشحالی

مہاجرین اپنا گھر بار اور کاروبار چھوڑ کر انتہائی کسمپرسی کی حالت میں مدینہ آئے تھے۔ مکہ میں قریش نے مسلمانوں کا معاشرتی مقاطعہ کر رکھا تھا۔ اس لئے مسلمان معاشی لحاظ سے انتہائی پست ہو چکے تھے۔ مدینہ میں ان کو سیاسی استحکام اور پرامن ماحول میسر آیا۔ جس سے انہیں دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع ملا۔ اپنی محنت اور دیانت سے تھوڑے ہی عرصہ میں مہاجرین معاشی طور پر بھی مضبوط ہو گئے۔

مشق

1۔ ذیل میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

i) ہجرت مدینہ کے بڑے بڑے اسباب کیا تھے؟ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

ii) ہجرت مدینہ کے واقعات کو اختصار کے ساتھ بیان کریں۔

iii) ہجرت مدینہ کی اہمیت پر مختصر مگر جامع نوٹ لکھیں۔

2۔ ذیل میں دیئے گئے جملوں میں صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں۔

i) مکی دور ۱۳ برس پر مشتمل تھا۔ ان ۱۳ برسوں میں پورے مکہ نے اسلام قبول کرلیا۔ (ص۔غ)

ii) آنحضرت ﷺ کو ۱۳ سن نبوی میں ہجرتِ مدینہ کی اجازت ملی۔ (ص۔غ)

iii) مسلمانوں نے ظلم وستم سے تنگ آ کر ہجرت کا فیصلہ کیا۔ (ص۔غ)

iv) عبداللہ بن اریقط غارِ ثور میں آنحضرت ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ کیلئے کھانا لایا کرتا تھا۔ (ص۔غ)

3۔ خالی جگہ پُر کریں۔

i) آنحضرت ﷺ .... کے روز مدینہ پہنچے۔

ii) مدینہ کا پرانا نام .... تھا۔

(iii مکہ میں نبی پاک ﷺ کی گرفتاری اور قتل پر..........اونٹوں کا انعام مقرر کیا گیا۔

(iv آنحضرت ﷺ نے قباء میں..........روز قیام فرمایا۔

4۔ اشارہ ڈھونڈیے۔

(i دف بجائے گئے، میٹھے میٹھے اشعار پڑھے گئے۔

(ii انصاری صحابی، ۷ ماہ قیام، آنحضرت ﷺ کی میزبانی کا شرف

(iii مختصر سا قافلہ، وادیٔ تہامہ، بحرِ احمر، مدینہ منزل

(iv رات کا وقت، ہونٹوں پر سورۃ یٰسٓ کی آیات، مٹی پھینکی گئی

5۔ پوچھے گئے سوالات کا مختصر جواب لکھیں۔

(i آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ہجرت کے سفر میں اپنے ساتھ کیوں نہ رکھا؟

(ii مکہ کے کفار دعوت حق سے کیوں انکار کرتے تھے؟

(iii آنحضرت ﷺ نے تیرہ برس بعد ہی ہجرت کیوں فرمائی۔ یہ ہجرت پہلے بھی تو کی جا سکتی تھی؟

(iv گھر سے نکلتے وقت حضور ﷺ کس سورۃ کی تلاوت فرما رہے تھے؟

غزوات (ii)

مقاصد تدریس

اس سبق کا مطالعہ کرکے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ جان سکیں گے کہ:

☆ غزوات سے کیا مراد ہے؟ ☆ غزوات نبی ﷺ کا آغاز کب ہوا؟

☆ حضور ﷺ نے کون کون سے غزوات میں حصہ لیا؟ ☆ حضور ﷺ کی غزوات کے دوران جنگی حکمت عملی کیا ہوا کرتی تھی

غزوات

غزوات نبوی ﷺ سے مراد وہ لڑائیاں ہیں جو آنحضرت ﷺ کے دور میں مسلمانوں اور کفار کے مابین لڑی گئیں۔ غزوہ کے لئے یہ شرط ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنفسِ نفیس اس میں شرکت کی ہو اور جس جنگی کارروائی میں آپ ﷺ نے کسی صحابی کو امیر مقرر کیا اسے سریہ کہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں ۲۷ غزوات میں حصہ لیا۔

کفر و اسلام کا پہلا معرکہ۔ غزوۂ بدر

جنگِ بدر کفارِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان پہلی لڑائی تھی اور تاریخ اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ ایک طرح سے ایک فیصلہ کن معرکہ تھا اس لڑائی سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوگئی کہ صرف کثرت فوج و سپاہ اور زر و مال پر فخر غلط ہے بلکہ فتح و نصرت کے لئے ایمان یقین محکم اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ضروری چیزیں ہیں۔

آغازِ اسلام ہی سے کفار مکہ کو حضور نبی کریم ﷺ اور ان چند لوگوں سے جو اس وقت مسلمان ہو گئے تھے بغض و عناد پیدا ہو گیا تھا اور وہ انہیں ہر ممکن طریقہ سے تنگ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں خود پیغمبر خدا ﷺ کو بہت تکالیف پہنچائیں اور مٹھی بھر مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے جب کچھ مسلمان تنگ آکر حبشہ ہجرت کر گئے تو کفار نے وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا ان تمام مظالم اور تکالیفوں اور مخالفتوں کے باوجود خدا کا سچا دین اسلام ترقی ہی کرتا گیا اور دن بدن اسے تقویت ہی حاصل ہوتی گئی، مگر ایک وقت ایسا آیا کہ اس کے باوجود مکہ میں مسلمانوں کی زندگی دوبھر ہوگئی اور اللہ کے حکم سے حضور ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنا پڑی۔ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں نے اطمینان و چین کا سانس لیا اور تھوڑے ہی عرصے میں گرد و نواح میں بھی ان کا اثر و رسوخ پھیل گیا۔

کفارِ مکہ کے لئے اسلام کو مدینہ منورہ میں پھیلتا پھولتا دیکھنا ناقابلِ برداشت تھا پھر انہیں اپنے تجارتی قافلوں کی بھی فکر رہنے لگی جس کا راستہ مدینہ کے قریب سے جاتا تھا وہ دن رات منصوبے بناتے کہ مسلمانوں کو کس طرح ختم کیا جائے۔ کفار اپنا تجارتی راستہ محفوظ کرنے کے لئے اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے ایک ہزار مسلح جوانوں کے ساتھ ۲ ہجری کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

غزوۂ بدر کا واقعہ ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری میں پیش آیا۔ کفار کا لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ ہر سپاہی ہتھیاروں سے لیس تھا۔ اونٹ اور گھوڑے میسر تھے۔ دوسری جانب ۳۱۳ افراد پر مشتمل ایک چھوٹا سا لشکر جس کے سپاہیوں کے پاس لڑنے اور اپنے دفاع کے لئے ہتھیار بھی پورے نہ تھے اس منظر کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے اللہ کو پکارا:

''اے اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کو اس لڑائی میں فتح عطا نہ کی تو کوئی شخص تیرا مقدس نام لیوا نہ رہے گا اور کوئی تیری عبادت نہ کرے گا۔ اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کہیں نہیں ہوگی''۔

صبح ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں۔ عرب کے دستور کے مطابق انفرادی مقابلے شروع ہوئے۔ لشکر قریش کے تین سردار عتبہ، شیبہ اور ولید کا مقابلہ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث سے ہوا اور انہوں نے ان پر فتح پائی۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔ مسلمانوں نے ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کیا۔ دو نوعمر مجاہدوں حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ نے ابوجہل کو جہنم واصل کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان میدانِ جنگ پر چھاتے گئے اور مسلمانوں کا یہ مختصر سا لشکر کفار کو شکست دینے میں کامیاب ہوگیا۔ اس غزوۂ میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے جبکہ ۷۰ کافر مارے گئے اور اتنے ہی قید ہوئے۔ بقیہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

مسلمانوں کی اس کامیابی سے نہ صرف اہل مکہ بلکہ دیگر قبائل عرب بھی یہ جان گئے کہ عرب میں ایک اور طاقت وجود میں آچکی ہے جو اسلام کے ماننے والے ہیں۔ اب انہیں بے بس، کمزور اور ناتواں نہیں سمجھا جاسکتا وہ اپنا دفاع کرنا خوب جانتے ہیں اور جو بھی ان سے ٹکرائے گا وہ پاش پاش ہوجائے گا۔

غزوۂ اُحد

کفار مکہ نے غزوۂ بدر کی ذلت آمیز شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک سال بھرپور تیاری کی۔ وہ سارا منافع جو ابوسفیان ایک ہزار اونٹوں پر شام سے کما کر لایا تھا جنگ کے لئے وقف کردیا گیا۔ کفار مکہ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے بڑی شان و شوکت اور گھن گرج کے ساتھ شوال ۳ ہجری کو تین ہزار افراد پر مشتمل لشکر کے ساتھ احد پہاڑ کے قریب وادی میں خیمہ زن ہوئے۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو مشورہ کیلئے طلب فرمایا اور کثرت رائے کی بنیاد پر فیصلہ ہوا کہ مسلمان مدینہ سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے لہٰذا ایک ہزار افراد پر مشتمل یہ لشکر دشمن سے مقابلے کے لئے مدینہ سے نکلا۔ راستے میں جو رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت اس لشکر سے یہ کہہ کر الگ ہوگیا کہ میری رائے کے مطابق یہ جنگ مدینہ کے اندر رہ کر لڑی جائے چونکہ میری رائے کو تسلیم نہیں کیا گیا لہٰذا ہم اس میں شریک نہیں ہوں گے۔ عبداللہ بن اُبی کے واپس ہوتے ہی اب مسلمانوں کی کل تعداد سات سو رہ گئی لیکن آنحضرت ﷺ نے نہایت استقلال اور جرأت کے ساتھ دشمنوں سے لڑنے کی تیاری شروع کردی۔ آنحضرت ﷺ نے پچاس مجاہدوں کو پہاڑ کی گھاٹی کی طرف جہاں سے خطرہ تھا کہ دشمن حملہ نہ کردے حفاظت کے لئے مقرر کیا اور ان کو ہدایت کی کہ وہ اس وقت تک وہاں سے نہ ہٹیں جب تک ان کو ہٹنے کا حکم نہ دیا جائے۔

اس مرتبہ مسلمان جنگِ بدر کے واقعہ سے بھی زیادہ مکہ والوں سے ہر طرح سے کمزور تھے کیونکہ ایک طرف تین ہزار سپاہی جن میں سے ۷۰۰ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ دوسو گھڑ سوار تھے ہر طرح کے ہتھیار میسر تھے جبکہ دوسری جانب کل سات سو (۷۰۰) افراد میں سے مشکل سے ۱۰۰ مسلمانوں کے پاس زرہیں تھیں اور صرف ۲ گھوڑے تھے۔ مگر یہ مختصر سا لشکر قوتِ ایمانی سے سرشار تھا۔

اُحد کے میدان میں یکے بعد دیگرے کافروں کے بڑے بڑے بہادر مقابلے کے لئے آتے گئے اور جانباز مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے گئے۔ اس طرح کفار کے ۱۲ سردار قتل ہوگئے۔ اس کے بعد عام جنگ کا آغاز ہوا۔ مسلمان مجاہدین نے بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہوں نے میدانِ جنگ سے بھاگنا شروع کردیا۔ مسلمان مالِ غنیمت سمیٹنے لگ گئے۔ پہاڑی درّے پر موجود پچاس تیر اندازوں کی جماعت نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی فتح یقینی سمجھتے ہوئے ہاں ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اپنے چند ساتھیوں سمیت درّے پر رہ گئے۔

حضرت خالد بن ولید جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے پہاڑی درّے کو تقریباً خالی دیکھتے ہوئے چند ساتھیوں کو لیکر عقب سے حملہ آور ہوئے۔ مسلمان اس غیر متوقع حملے سے پریشان ہوگئے۔ مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ مسلمان جیتی ہوئی جنگ ہار گئے۔ ۷۰ کے قریب شہادتیں ہوئیں۔ حضرت حمزہؓ اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ ایک کافر کے پھینکے گئے پتھر کے نتیجے میں حضور ﷺ کے دو دندانِ مبارک شہید ہوئے اور چہرۂ مبارک پر زخم آئے۔

مسلمانوں کو احساس ہوگیا کہ اطاعتِ امیر کی کتنی اہمیت ہے۔ اگر پہاڑی درّے پر موجود پچاس تیر اندازوں کی جماعت اپنی جگہ نہ چھوڑتی تو یہ جنگ بھی مسلمانوں کے ہاتھ ہی میں رہتی۔ دوسری جانب کفار یہ سوچ کر آئے تھے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کردیں گے مگر وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔

غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب

جنگِ احد کے بعد کفارِ مکہ اور دیگر دشمنانِ اسلام (یہود) یہ سوچنے لگے کہ اگر ایک بھرپور حملہ مسلمانوں پر کردیا جائے تو یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہوجائیں گے۔ اس خیال نے دشمنانِ اسلام کے مختلف گروہوں کو یکجا کردیا۔ اب مسلمان ایک طرف اور ان کے خلاف قریش یہود منافقین اور عرب کے کئی قبائل ایک بڑی اور فیصلہ کن جنگ کے لئے متحد ہو رہے تھے۔

رسولِ خدا ﷺ نے نہایت ہمت، حوصلے اور دانش مندی سے اس پوری صورتحال کا جائزہ لیا، وہاں دوسری طرف ابوسفیان ۴ ہزار نفوس پر مشتمل لشکر لیکر مکہ سے نکلا راستے میں مختلف قبائل اور گروہ اس کے ساتھ شامل ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد دس ہزار نفوس سے بھی تجاوز کرگئی۔

آنحضرت ﷺ نے باہمی مشورہ طلب کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ مدینہ کے کھلے ہوئے اطراف میں خندق کھود دی جائے اور شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ مدینہ کے تین اطراف پہاڑی

سلسلے تھے۔ مکانات اور دیواریں تھیں اور ایک طرف سے کھلا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اسی جانب ۳ ہزار مجاہدین کے ساتھ بیس دن میں خندق کھودی۔ ذیعقدہ ۵ ہجری کو جب اتحادی لشکر مدینہ پہنچا تو اس نے ہر طرف سے مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ کفار ایک ماہ تک شدت سے محاصرہ کرتے رہے اور خندق کے اس پار سے تیر اور پتھر برساتے رہے۔ کئی بار خندق کو پار کرنے کی کوشش کی گئی مگر دشمن ہر مرتبہ ناکام رہا۔ مسلمانوں کے لئے یہ وقت بڑا صبر آزما تھا کیونکہ خوراک ختم ہوچکی تھی، بھوک و پیاس کی تکلیف ناقابل برداشت ہوتی جارہی تھی۔ ادھر اتحادیوں کی فوج میں بھی پریشانی اور بے چینی بڑھتی جارہی تھی کیونکہ اتنی بڑی فوج کے لئے سامانِ رسد کا باہم پہنچانا آسان نہ تھا۔ عین اس موقع پر مسعود ثقفی نے اسلام قبول کرلیا۔ ان کا تعلق قبیلہ بنوغطفان سے تھا۔ انہوں نے قریش اور یہود میں نفاق پیدا کردیا۔ اس صورتحال میں اتحادی فوج کے رہے سہے حوصلے بھی پست ہوگئے۔

مسلمان حق پر تھے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ حق پرستوں کے ساتھ رہتی ہے۔ اس موقع پر غیب سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کے اسباب پیدا کردیئے۔ ایک رات موسم میں یکایک تغیر رونما ہوا۔ شدید آندھی چلی اور مکہ کی فوج میں گھبراہٹ اور افراتفری پھیل گئی۔ کافروں کے خیمے اکھڑ گئے۔ سامانِ رسد تباہ ہوگیا۔ ہانڈیاں الٹ گئیں۔ چولہے بجھ گئے۔ جانوروں کا چارہ اُڑ گیا اور آندھی کی وجہ سے لوگوں نے بھاگنا شروع کردیا۔ اس طرح بغیر لڑے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو فتح نصیب کی۔ اس جنگ سے مسلمانوں کو بخوبی پتہ چل گیا کہ کفار مکہ کے ساتھ ساتھ یہودی بھی مسلمانوں کے کھلے دشمن ہیں۔ یہودیوں کی سازشیں اور چالاکیاں مسلمانوں پر ظاہر ہوگئیں اور وہ آئندہ کے لئے محتاط ہوگئے۔

کافروں کی پسپائی سے تمام عرب پر مسلمانوں کا رُعب و دبدبہ چھا گیا اور لوگ اس حقیقت کا اعتراف کرنے لگے کہ مسلمان ایک مضبوط اور طاقتور جماعت ہے۔ دشمن کا اتنا بڑا لشکر ایک ماہ تک ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ تاریخِ اسلام اس جنگ کو جنگِ خندق بھی کہتی ہے اور جنگِ احزاب بھی۔ اس غزوہ میں دشمن سے بچاؤ کے لئے مدینہ کے باہر خندق کھودی گئی تھی اس اعتبار سے اسے غزوۂ خندق کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ چونکہ اس جنگ میں مسلمانوں کے خلاف عرب کے بہت سے قبائل (گروہوں) نے مل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی سازش کی تھی۔ عربی زبان میں گروہوں کو احزاب کہا جاتا ہے اس وجہ سے یہ غزوۂ احزاب بھی کہلاتا ہے۔

غزوۂ خیبر

عرب میں یہودیوں کی طاقت کا سب سے بڑا مرکز خیبر تھا۔ ایک موقع پر بنوقینقاع کے یہودی بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے جرم میں رسول خدا ﷺ کے حکم پر اپنے گھروں سے بے دخل کئے جاچکے تھے۔ قبیلہ بنونضیر کے یہودیوں کو حضور ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کے جرم میں جلاوطن کردیا گیا تھا۔ دینِ اسلام کے یہ سارے دشمن خیبر میں جمع ہوگئے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ بنوقریظہ اور قبیلہ غطفان بھی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔ یہودیوں نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے ہوئے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور ﷺ یہود خیبر کی جنگی تیاریوں کی خبر سن کر یہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ اس حملہ

اور دشمن کو اس کی اپنی سرزمین میں ہی روک دینا ضروری ہے۔ لہٰذا محرم ۷ ہجری میں نبی محترم ﷺ چند سو صحابہؓ کا لشکر لیکر خیبر کی طرف پیش قدمی کا آغاز کرتے ہیں۔ خیبر میں یہودیوں کے کئی قلعے تھے۔ جہاں انہوں نے بہت سا سامانِ رسد جمع کر رکھا تھا۔ جوشِ جہاد سے سرشار مسلمانوں نے ایک ایک کر کے یہودیوں کے قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ سب سے مضبوط قلعہ ''قلعہ قموص'' اب تک فتح نہ ہو سکا تھا جبکہ اس کی فتح کے لئے دو مرتبہ کوشش کی جا چکی تھی۔ آخر میں حضور ﷺ نے پرچم اسلام حضرت علیؓ کو عطا فرمایا۔ حضرت علیؓ نے قلعے کے سامنے پہنچ کر سب سے پہلے یہودیوں کو دین کی دعوت دی مگر ان ظالموں نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور ان کا سردار مرحب تکبر کا نعرہ لگاتا ہوا حملہ آور ہوا۔ حضرت علیؓ کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اپنے سردار کی اذیت ناک موت دیکھ کر یہودی ہمت ہار گئے اور قلعہ قموص حضرت علیؓ کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے درِ خیبر اکھاڑ پھینکا۔ کفر و اسلام کے اس معرکے میں ۹۲ یہودی جہنم رسید ہوئے ۲۰ کے قریب مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

مسلمان مجاہدین کو غزوۂ خیبر میں بہت زیادہ مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ شکست خوردہ یہودیوں نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں اس سرزمین میں رہنے دیا جائے۔ ہم زمین، باغوں اور کھیتوں کی دیکھ بھال کریں گے۔ رحمت عالم ﷺ نے یہودیوں کی اس درخواست کو منظور کر لیا اور اپنی شانِ کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کھیتوں، باغوں اور پھلوں کی آدھی پیداوار یہودیوں کو دے دی جائے گی۔

غزوۂ خیبر میں یہودیوں کی طاقت دم توڑ گئی اور مسلمانوں کو ان کی جانب سے یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ اب یہود کبھی سر نہ اٹھا پائیں گے۔

فتح مکہ

رمضان المبارک ۸ ہجری بمطابق جنوری ۶۳۰ء میں فتحِ مکہ کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کی تاریخی حیثیت یہ ہے کہ حدیبیہ کے معاہدہ میں یہ طے پایا تھا کہ قبائل عرب اس کے لئے آزاد ہوں گے کہ نبی اکرم ﷺ اور قریش میں سے جس کے بھی حلیف بننا چاہیں بن جائیں۔ جب معاہدہ پر دونوں جانب سے دستخط ہو گئے تو عرب کے قبیلہ بنو خزاعہ نے اعلان کر دیا کہ ہم مسلمانوں کے حلیف ہونا پسند کرتے ہیں اور قبیلہ بنو بکر نے کہا ہم قریش کے حلیف بننا چاہتے ہیں اور دونوں قبائل اس طرح الگ الگ دو جماعتوں کے حلیف بن گئے۔ تقریباً ڈیڑھ سال تو معاہدہ پر دونوں جانب سے پوری طرح عمل ہوتا رہا لیکن ڈیڑھ سال کے بعد ایک واقعہ پیش آیا کہ بنی خزاعہ اور بنی بکر کے درمیان عرصہ سے جنگ و جدل کا سلسلہ جاری رہ چکا تھا جو اس درمیانی مدت میں اگرچہ بند رہا مگر اچانک کسی بات پر پھر جنگ چھڑ گئی اور ایک رات بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ رات کا وقت ہے اور مسلمان یہاں سے بہت دور ہیں آج موقع ہے کہ بنی خزاعہ کو مسلمانوں کے حلیف ہونے کا مزہ چکھایا جائے چنانچہ انہوں نے بنی بکر کا ساتھ دیتے ہوئے بنی خزاعہ کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ بنی خزاعہ نے جب یہ حالت دیکھی تو فوراً ایک وفد کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں امداد کے لئے بھیجا۔ وفد کی بات سن کر

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی قسم میں جس چیز کو اپنی ذات سے روکوں گا تم کو بھی اس سے ضرور محفوظ رکھوں گا''۔

قریش نے حضور ﷺ سے تین باتوں میں سے فتح معاہدہ حدیبیہ کو اختیار کیا مگر فوراً اپنی اس حرکت پر بہت نادم اور خوفزدہ ہوئے اور ابوسفیان کو مامور کیا کہ مدینہ جائیں ۔ ابوسفیان دربار رسالت ﷺ میں پہنچا اور تجدید معاہدہ کی بات کی مگر آپ ﷺ نے انکار فرمایا ۔ اب جہاد کی تیاری شروع ہوئی کیونکہ قریش نے بنوبکر کا ساتھ دے کر معاہدہ حدیبیہ کو خود توڑا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان تک مدینہ پہنچ جائے آپ ﷺ پوری کوشش فرما رہے تھے کہ کسی طرح ہماری تیاری کا حال قریش کو نہ معلوم ہو جائے کیونکہ آپ ﷺ کی دلی خواہش یہ تھی کہ مکہ میں جنگ نہ ہونے پائے اور قریش مسلمانوں سے مرعوب ہو کر خود ان کے مطیع ہو جائیں۔

آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق مسلمانوں نے مدینہ میں جمع ہونا شروع کیا اور ۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو آپ ﷺ ۱۰ ہزار جانثاروں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی سفر میں آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ مسلمان ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اہل و عیال کو مدینہ بھیج دو اور خود ہمارے ساتھ رہو۔ اسلامی لشکر جب مکہ کے قریب پہنچا تو ابوسفیان چھپ کر لشکر کا صحیح اندازہ کر رہے تھے کہ اچانک مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ آقا ﷺ نے نہ صرف انہیں معاف فرما دیا بلکہ آزاد بھی کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کا یہ خلق دیکھ کر ابوسفیان اسلام لے آئے پھر آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ابوسفیان کو مکہ نہ جانے دیں بلکہ سامنے کی پہاڑی پر لے جا کر مسلمانوں کے لشکر کی طاقت و شوکت کا نظارہ کرائیں۔

اسلامی لشکر مختلف راستوں سے مکہ میں داخل ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو حکم فرمایا کہ تم مکہ کے زیریں حصہ کی جانب سے داخل ہونا جبکہ آنحضرت ﷺ خود مکہ کے بالائی حصے سے بغیر مزاحمت کے داخل ہوئے۔ کفار کے ایک گروہ نے حضرت خالدؓ بن ولید کی مزاحمت کی مگر حضرت خالدؓ بن ولید نے اس مزاحمت پر قابو پالیا۔ آنحضرت ﷺ نے مکہ میں داخل ہوتے ہی اعلان فرمایا کہ:

۱۔ جو مکان بند کر کے بیٹھ جائے اس کو امن ہے۔

۲۔ جو ابوسفیان کے مکان میں پناہ لے اس کو امن ہے۔

۳۔ جو مسجدِ حرام میں پناہ لے اس کو امن ہے۔

جب آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ کعبہ سے تمام بت نکال دیئے جائیں اور دیواروں پر بنی ہوئی تصاویر مٹا دی جائیں۔ آپ ﷺ نے خود اس کام میں حصہ لیا۔ آپ ﷺ ایک ایک بت کو زمین پر گرا کر توڑتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔

ترجمہ۔ ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل تو مٹنے والا ہی ہے''۔ (سورۃ بنی اسرائیل۔ ۸۱:۱۷)

کعبہ جب بتوں کی نجاست سے پاک ہوا تو نبی کریم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور نماز نفل ادا کی اور باہر تشریف لائے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن طلحہ کو کعبہ کی کلید حوالے کی۔

اب لوگ منتظر تھے کہ دیکھئے جن مشرکین نے برسوں تک آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو ہر قسم کی تکلیف پہنچائی۔ مصائب اور مشکلات میں مبتلا کیا۔ ان کے ساتھ آج کیا سلوک کیا جاتا ہے مگر رحمت للعالمین ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ بس اس کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔

اسی کامیابی کو قرآن نے ان لفظوں میں بیان کیا کہ:

ترجمہ۔ ''جب اللہ کی مدد آپہنچی اور فتح حاصل ہوگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف و تسبیح کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ معاف کرنے والا ہے''۔ (سورۃ النصر ۱۱۰: ۱-۳)

آنحضرت ﷺ نے مکہ میں پندرہ روز قیام فرمایا چونکہ آنحضرت ﷺ اہل مدینہ سے فرما چکے تھے کہ میرا جینا اور مرنا اب تمہارے ساتھ ہے لہٰذا آپ ﷺ نے واپس مدینہ روانگی اختیار فرمائی۔

غزوۂ حنین

اگرچہ ۸ ہجری میں مکہ فتح ہو چکا تھا مگر اب بھی عرب کے کچھ قبائل کے دلوں میں مسلمانوں کو نیست و نابود کردینے کے مکروہ خیالات پرورش پا رہے تھے۔ طائف اور مکہ کے درمیان بنو ہوازن نامی قبیلہ دیگر قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر مالک بن عوف کی سرکردگی میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار تھا۔ جنگ میں شریک ہونے والے سپاہی اپنے ساتھ مال، مویشی، بال بچے سب لے آئے تھے تاکہ یہ لڑائی میں منہ نہ موڑیں اور اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے جی توڑ مقابلہ کریں۔ آنحضرت ﷺ کو جب دشمنانِ اسلام کے ان اقدامات کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے بارہ ہزار نفوس پر مشتمل لشکر کو ان کی سرکوبی کے لئے تیار کیا اور جنگ کے لئے روانہ ہوگئے۔ اس جنگ میں دشمنانِ اسلام کی تعداد کم اور مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ مسلمانوں کی روانگی کی خبر پاتے ہی مالک بن عوف نے اپنی فوج کو حنین کی چوٹی اور پہاڑ کے تنگ درّوں کے بالائی کناروں پر تعینات کردیا اور تاکید کردی کہ جونہی مسلمان اس وادی میں اتریں ان پر فوراً تیروں سے حملہ کردیا جائے تاکہ ان کی صفوں میں ابتری پھیل جائے۔ سپاہیوں نے اپنے سردار کے حکم کی تعمیل کی اور مورچے سنبھال لئے۔ اس صورتحال کا پتہ نبی اکرم ﷺ کو بھی چل گیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی سپہ سالاری میں لشکرِ اسلام نے حنین کا رُخ کیا۔ اسلامی لشکر کی پیش قدمی کا مقصد یہ تھا کہ بنو ہوازن اور اس کے حلیفوں کو مکہ معظمہ پر حملہ کرنے سے روکا جاسکے۔ مسلمان اپنے لشکر کی تعداد دیکھ کر غرور میں مبتلا ہوگئے کہ اتنے بڑے لشکر کو کون شکست دے سکتا ہے؟ اس غزوہ کے نتیجے میں جو کچھ مسلمانوں کو بھگتنا پڑا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان لفظوں میں کیا۔

''اور جنگ حنین کا دن یاد کرو۔ جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے۔ تو دیکھو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود بھی تمہارے لئے تنگ ہوگئی اور بالآخر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے''۔ (سورۃ التوبہ ۹: ۲۵)

جونہی مسلمان فوج حنین کی تنگ گھاٹیوں میں پہنچی۔ کفار کی گھات لگائی ہوئی فوج نے تیروں کی برسات کردی۔ ابھی دن کا اجالا نہیں ہوا تھا۔ مسلمانوں میں خلفشار پڑ گیا۔ دشمن کے حملے سے گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ان کی بدحواسی نے پورے لشکر کی ہمت کو پست کر دیا حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ اپنے خچر پر سوار ایک جگہ اپنے چند ساتھیوں سمیت تنہا رہ گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے باآواز بلند مسلمانوں کو خطاب کیا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِالمُطَّلِبْ

ترجمہ: ''میں نبی ہوں جھوٹا نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''

حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ پکارے۔ ''اے گروہ انصار! اے حدیبیہ میں زیر سایہ درخت بیعت کرنے والو''۔ یہ پکار کام کرگئی اور جس نے بھی سنا لبیک لبیک کہتا ہوا فوراً واپس پلٹا، لحہ بہ لحہ تعداد بڑھتی گئی۔ ایک دوسرے کو واپس آتے دیکھ کر مجاہدین کے قدم پھر جمنے لگے۔ ایک بار پھر گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ اب مجاہدین کفار کو پیروں تلے روندنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے باآواز بلند فرمایا مجاہدین ہمت مت ہارو، لڑائی نے زور پکڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے نصرت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ آنحضرت ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں دشمن کی طرف پھینکیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے جنگ نے ہولناک صورت اختیار کرلی۔ بنو ہوازن بنو ثقیف اور ان کے ساتھیوں کو یقین ہوگیا کہ اب میدانِ جنگ میں رہنے کا نتیجہ موت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔ عورتوں کی چیخ و پکار اور بچوں کی گریہ وزاری بھی بڑے بڑے بہادروں کو نہ روک سکی۔ دشمن کثیر مال غنیمت اور ۷۰ لاشیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگ گیا اور اہلِ ایمان کو فتح نصیب ہوئی۔

غزوۂ تبوک

جنگ موتہ ۸ ہجری میں مسلمانوں کے ہاتھوں عیسائیوں کو بدترین شکست نے رومیوں کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ قیصرِ روم ہرقل نے مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی قوت و حشمت کو قطعی طور پر نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ہرقل نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے چالیس ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکرِ جرار تیار کیا۔ اس کی مدد کے لئے اردگرد کے عیسائی قبائل بھی اس سے آملے۔

شام کی طرف سے آنے والے ایک تجارتی قافلے کے ذریعے آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے شام میں ایک بڑی فوج اکٹھی کی جارہی ہے۔ یہ اطلاع پاتے ہی آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ اس بار دشمنوں پر ایسی کاری ضرب لگائی جائے کہ آئندہ اسے ایسی جرأت کرنے کی ہمت نہ ہو۔ ان دنوں موسم کا یہ حال تھا کہ شدید گرمی تھی بلا کا حبس اور مدینہ سے تبوک تک کا سفر انتہائی طویل، راستے میں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا مگر حضور ﷺ نے فیصلہ کن جنگ کا ارادہ کرلیا تھا۔ اس جنگ کے لئے کثیر مالی امداد کی ضرورت تھی۔ صحابہ کرامؓ نے بہت ایثار کا مظاہرہ فرمایا اور دل کھول کر اسلامی لشکر کی مدد کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو کچھ گھر میں تھا سب دے دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے گھر کا نصف مال دے دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے تین سو اونٹ اور ہزار اشرفیاں دیں۔ جذبۂ ایثار کا یہ

عالم تھا کہ حضرت ابوعقیل انصاریؓ نے دن بھر کی مزدوری نذرِ خدمت کر دی۔ خواتین نے اپنے زیورات پیش کر دیئے۔

رجب سن ۹ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں تیس ہزار مجاہدینِ اسلام کا لشکر شام کی طرف روانہ ہوا۔ جس میں صرف دس ہزار سوار تھے۔ بیس ہزار کی تعداد پیدل چلنے پر مجبور تھی۔ پانچ سو میل کا طویل فاصلہ طے کرنے میں ایک ماہ کی شدید تکالیف لشکرِ اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم نہ روک سکیں۔

قیصرِ روم ہرقل ابھی فوجیں جمع کرنے ہی میں مصروف تھا کہ سرفروشانِ اسلام تبوک پہنچ گئے۔ ہرقل مسلمانوں کی اس دلیرانہ پیش قدمی اور مجاہدانہ اقدام سے ایسا مرعوب ہوا کہ جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ دشمنانِ اسلام پر مسلمانوں کی قرب و جوار اور دور دراز تک ایسی دھاک بیٹھ گئی کہ ایلہ کے رئیس نے رسولِ برحق ﷺ سے خود صلح کی درخواست کی اور جزیہ ادا کرنے پر تیار ہو گیا۔ دومتہ الجندل کا حاکم حضرت خالدؓ بن ولید کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اس نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ تبوک میں بیس دن قیام کے دوران دوسرے کئی عیسائی سرداروں نے بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اس صورتحال سے شامیوں اور رومیوں کے رہے سہے حوصلے بھی پست ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدینِ اسلام کو ایسی اخلاقی فتح سے سرفراز فرمایا کہ دور دور تک مسلمانوں کی عسکری شان و شوکت قائم ہو گئی۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

(i) کفر و اسلام کا پہلا معرکہ کون سا تھا؟ اس جنگ کے اسباب تحریر کریں۔

(ii) غزوۂ احد کے واقعات اپنے لفظوں میں مختصراً بیان کریں۔

(iii) غزوۂ خندق کے اسباب، واقعات اور نتائج مختصراً بیان کریں۔

(iv) غزوۂ خیبر کا پس منظر بیان کریں۔

(v) فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے کس طرح کے اخلاق کا مظاہرہ فرمایا؟ تفصیل سے لکھیں۔

(vi) غزوۂ حنین کے حالات تحریر کریں۔

(vii) غزوۂ تبوک کے اسباب و واقعات مختصراً بیان کریں۔

2۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i) غزوۂ حنین میں مسلمانوں کو کس چیز نے عُجب میں مبتلا کیا تھا نیز اس عُجب سے انہیں کیا نقصان پہنچا؟

(ii) غزوۂ تبوک میں ہرقل تیاری کے باوجود مسلمانوں سے لڑا کیوں نہیں؟

(iii غزوۂ احزاب کو غزوۂ احزاب کیوں کہتے ہیں؟

(iv حنین کی جنگ میں مسلمانوں کے عُجب اور انجام کو قرآنِ مجید نے کن لفظوں میں بیان کیا ہے؟

(v فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے حرمِ کعبہ میں جا کر سب سے پہلے کیا کیا؟

(vi خیبر کے یہودی مسلمانوں سے کن وجوہات کی بناء پر آمادہ جنگ تھے؟

(vii غزوۂ بدر کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے کیا دعا فرمائی تھی؟

(viii غزوۂ خندق کے موقع پر شدید آندھی کا چلنا، ہانڈیاں اور چولہوں کا الٹ جانا اور بجھ جانا، کفار کے خیموں کا اکھڑ جانا کس بات کی طرف اشارہ تھا؟

3۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i ’’انا النبی لا کذب، انا ابن عبدالمطلب‘‘ یہ جملے حضور ﷺ نے کس موقع پر ارشاد فرمائے؟

(غزوۂ خیبر کے موقع پر ۔ غزوۂ حنین کے موقع پر ۔ غزوۂ بدر کے موقع پر)

(ii مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی جبکہ کفار ۱۰۰۰ تھے۔

(غزوۂ خندق ۔ غزوۂ بدر ۔ غزوۂ احد)

(iii آنحضرت ﷺ نے پچاس تیراندازوں کو پہاڑی درّے پر تعینات فرمایا۔

(جنگ احد میں ۔ جنگ تبوک میں ۔ جنگ خیبر میں)

(iv حضرت علیؓ نے مرحب نامی سپہ سالار کو ہلاک کیا۔

(غزوۂ تبوک میں ۔ غزوۂ احزاب میں ۔ غزوۂ خیبر میں)

(v اسلامی لشکر کی تعداد ۳۰ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔

(غزوۂ تبوک میں ۔ غزوۂ خیبر میں ۔ غزوۂ احزاب میں)

(vi غزوۂ حنین واقعہ ہے۔

(۶ ہجری کا ۔ ۸ ہجری کا ۔ ۹ ہجری کا)

(vii فتح مکہ کے موقع پر اسلامی لشکر کی تعداد تھی۔

(۱۰ ہزار ۔ ۱۲ ہزار ۔ ۱۴ ہزار)

4۔ خالی جگہ مناسب الفاظ سے پُر کریں۔

(i دو نو عمر مجاہدوں .... اور .... نے ابو جہل کو جہنم واصل کیا۔

(ii خندق کھودنے کا مشورہ حضرت .... نے دیا۔

(iii جنگ بدر میں عتبہ، شیبہ اور ولید کا مقابلہ حضرت .... ، حضرت .... اور حضرت .... سے ہوا۔

(iv کفار مکہ نے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کیلئے .... بھرپور تیاری کی۔

(v غزوۂ احد میں کفار کی تعداد .... تھی۔

(vi غزوۂ بدر میں .... کافر مارے گئے۔

(vii غزوۂ احد میں تیر انداز دستے کی کمان حضرت .... کے پاس تھی۔

(viii غزوۂ .... میں آنحضرت ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔

(ix غزوۂ احزاب میں اتحادی لشکر .... ۵ ہجری کو مدینہ پہنچا۔

(x یہودیوں کی طاقت کا سب سے بڑا مرکز .... تھا۔

(xi فتح مکہ .... ہجری کا واقعہ ہے۔

(xii حضرت .... نے درِ خیبر اکھاڑ پھینکا۔

(xiii جنگ احد میں .... اپنے ۳۰۰ سواروں کو لیکر اسلامی لشکر سے علیحدہ ہوگیا۔

(xiv غزوۂ .... کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے گھر کا سارا سامان پیش کر دیا۔

(xv غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت .... نے دن بھر کی اجرت نذرِ خدمت کر دی۔

(ج) اخلاق و آداب

ا۔ علم کی اہمیت و فضیلت

مقاصد تدریس

اس سبق کی تکمیل کے بعد طلبہ۔

☆ علم کا مفہوم بیان کر سکیں گے۔ ☆ علم کی اہمیت جان سکیں گے۔

☆ عہدِ رسالت ﷺ میں علم کی اشاعت کا مقصد جان سکیں گے۔ ☆ علم کی فضیلت بیان کر سکیں گے۔

علم کا مفہوم

علم کے معنی جاننا اور آگاہ ہونا کے ہوتے ہیں۔ علم انسان کی اتنی بڑی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر انسان دین و اخلاق پر عمل ہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے نزول کا آغاز لفظ اِقْرَأْ سے کیا جس کے معنی ہیں پڑھیئے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر سورہ العلق کی پہلی پانچ آیات پہلی وحی کے طور پر نازل فرمائیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے علم اور قلم کی فضیلت بیان فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"پڑھیئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیئے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا"۔

علم کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر رسول اللہ ﷺ نے علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے فرض قرار دیا۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٌ۔ (ابن ماجہ، بیہقی باب العلم)

ترجمہ: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے"

علم کی اہمیت

ہمارے نبی پاک ﷺ نے بھی علم کو بڑی اہمیت دی ہے کیونکہ قرآن علم کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ قرآن و سنت کے مندرجہ ذیل فرمودات اور ارشادات سے علم کی مزید اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

ا۔ انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے، اسے علم ہی کی وجہ سے باقی مخلوقات پر یہ فضیلت حاصل ہے۔ علم ہی کی وجہ سے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے واضح ہوا کہ علم انسان کے لئے عظمت کی بنیاد ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے بندے اللہ سے یوں دعا کریں۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًاo (سورۃ طٰہٰ۔۱۱۴)

''اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما''

۳۔ نبی کریم ﷺ ایک دن مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ صحابہؓ کرام کے دو گروہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک گروہ ذکر و فکر میں اور دوسرا علم کی درس و تدریس میں مصروف تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا دونوں گروہ بھلائی کے کام میں لگے ہوئے ہیں لیکن آپ ﷺ نے علم سیکھنے اور سکھانے والوں کی مجلس میں بیٹھنا پسند کیا اور ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔ (مشکوۃ المصابیح جلد اوّل۔ حدیث ۱۶۵)

(''بلاشبہ میں علم سکھانے کے لئے بھیجا گیا ہوں'')

عہد رسالت ﷺ میں اشاعتِ علم

حضور ﷺ دنیا کو جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے کے لئے تشریف لائے۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو تعلیم و تربیت سے نوازا اور اپنے ماننے والوں کو علم اور تعلیم عام کرنے کی رغبت دلائی۔ آپ ﷺ کی ترغیب سے مدینہ منورہ اور باہر کے کئی شہروں میں تعلیمی مراکز قائم ہوگئے۔ آپ ﷺ کے نزدیک تعلیم کی کس قدر اہمیت ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جنگِ بدر کے پڑھے لکھے قیدیوں کا فدیہ یہ مقرر ہوا کہ وہ آزاد ہونے کے لئے مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی کو غیر ملکی زبانیں سیکھنے کی ترغیب دلائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت زید بن ثابتؓ جیسے صحابی نے عبرانی، سریانی، حبشی اور فارسی زبانیں سیکھ لیں۔ اس صحابی کو کاتب وحی رہنے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔

حصولِ علم کی اہمیت

علم حاصل کرنا مسلمان کے لئے لازم ہے۔ علم حاصل کرنے سے بڑی کوئی عبادت نہیں۔

انسان میں تقویٰ اور خوف خدا علم سے ہی آتا ہے۔ آخرت کی نجات کا انحصار علم و عمل پر ہی ہے کہ انسان یہ جاننے کی کوشش کرے کہ اللہ کی رضا کیسے حاصل ہوتی ہے اور پھر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ نے اپنے کلام میں فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُاo (سورۃ فاطر۔۳۵:۲۸)

''اللہ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں''

ہمارے نبی پاک ﷺ نے ہمیں علم حاصل کرنے اور اس کی اشاعت کرنے کی تعلیم دی ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَ لَوْ اٰیَۃًo (صحیح بخاری۔ حدیث ۳۴۶۱)

''مجھ سے ایک آیت بھی سنو تو اسے آگے پہنچادو''

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے وقت حاضرین کے ذمے یہ فرض قرار دیا کہ وہ آپ ﷺ کی باتوں کو ان لوگوں تک پہنچادیں جو حاضر نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

''جو حاضر ہے وہ میری تعلیم کو ان لوگوں تک پہنچادے جو یہاں حاضر نہیں ہیں''

علم کی فضیلت

علم بڑی فضیلت والی چیز ہے۔ اس کا سیکھنا بھی عبادت اور سکھانا بھی عبادت ہے۔ قرآنِ کریم نے علم حاصل کرنے والوں کو درجات کی بلندی کی خوشخبری سنائی ہے۔ سورۃ المجادلہ میں اللہ کا ارشاد ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۝ (سورۃ المجادلۃ ۔ ۵۸:۱۱)

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کردے گا''

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے علم کی مجلسوں کو جنت کی پھلواریاں کہا ہے۔ علم کی فضیلت کے بارے میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے وہ دراصل جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلتا ہے۔

۲۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستے پر چلا تو سمجھ لو کہ اللہ نے اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلادیا''۔ (ترمذی ۔ ۲۶۸۲)

علم کا لفظ اگرچہ مطلق جاننے کے لئے مستعمل ہے اور اس سے ہر وہ علم مراد ہوسکتا ہے جو انسانیت کے لئے نفع، راحت اور سہولت کا باعث ہو، جس میں تمام علوم وفنون شامل ہیں۔ لیکن درج بالا آیات و احادیث کے سیاق و سباق سے اور دیگر بے شمار روایات سے یہ بات ظاہر ہے کہ علوم میں نمایاں فضیلت علمِ دین، علم قرآن وتفسیر، علومِ حدیث، علم الفقہ، علم اصولِ دین اور علم سیرت الرسول ﷺ کو حاصل ہے۔ دینی علوم کے حصول کو ہمارے اسلاف نے اپنے لئے سرمایہ آخرت کے طور پر حاصل کیا۔ اس کی حفاظت اور اشاعت کے لئے زندگیاں وقف کردیں اور قرآن وحدیث اور تمام علومِ شرعیہ ودینیہ کے حصول کو لازمی قرار دیا ہے تاکہ انسانیت کی رہنمائی کے لئے یہ شمعیں ہمیشہ جلتی رہیں۔ جس کی آجکل کے جہالت زدہ انسانیت کو بہت اشد ضرورت بھی ہے۔

۳۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ۔ (ترمذی، کتاب العلم)

''عالم کو عابد پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت چاند کو ستاروں پر ہے''

۴۔ علم حاصل کرنے والے کی فضیلت آپ ﷺ نے یوں بیان فرمائی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”کہ علم حاصل کرنے والے کے لئے کائنات کی ہر شے دُعا کرتی ہے“۔(ترمذی۔حدیث ۲۶۸۵)

۵۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرتا ہے اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں“۔(سنن ابوداود۔حدیث ۳۶۴۱)

۶۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”مومن کا پیٹ علم سے مرتے دم تک نہیں بھرتا یہاں تک کہ جب وہ مر جاتا ہے تو جنت میں پہنچ جاتا ہے“۔(ترمذی۔ حدیث ۲۶۸۶)

گویا علم حاصل کرنے والے اور علم سکھانے والوں پر برکت ہی برکت ہے۔

۷۔ حضور ﷺ مفید علم کے لئے اللہ کے حضور یوں دعا گو ہوئے اور ہمیں بھی یہ دعا ہمیشہ مانگنی چاہئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا

”اے اللہ میں تجھ سے مفید علم کا سوال کرتا ہوں“

مشق

1۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں۔

i) قرآن کی روشنی میں علم کی اہمیت بیان کریں۔

ii) احادیث کی روشنی میں حصول علم کی اہمیت بیان کریں۔

iii) قرآن وحدیث کی روشنی میں علم کی فضیلت بیان کیجئے۔

2۔ مندرجہ ذیل بیانات کے چار ممکنہ جوابات دیئے گئے ہیں۔ان میں سے کسی ایک مناسب جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

i) علم کے معنی ہیں:

(الف) جاننا (ب) آگاہ کرنا (ج) الف،ب دونوں (د) مان لینا

ii) اللہ کا اپنے بندوں پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے عطا کیا:

(الف) علم (ب) مال و دولت (ج) شکل وصورت (د) جاہ وجلال

iii) آپ ﷺ نے فرمایا ”میں بھیجا گیا ہوں“:

(الف) حکمران بنا کر (ب) معلم بنا کر (ج) محاسب بنا کر (د) حکیم بنا کر

iv) مسلمانوں کو سب سے زیادہ توجہ دینی چاہئے:

(الف) کاروبار کی طرف (ب) علم کی طرف

(ج) اہل وعیال کی طرف (د) گھر بار کی طرف

v) اللہ کے نزدیک عالم برابر نہیں ہے:

(الف) جاہل کے (ب) نادان کے (ج) اَن پڑھ کے (د) ناسمجھ کے

vi) ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ جب مسجد میں تشریف لائے تو دو مجلسوں میں سے کس مجلس میں شریک ہوئے:

(الف) ذکر کی مجلس میں (ب) دعوت کی مجلس میں

(ج) علم کی مجلس میں (د) بحث ومباحثہ کی مجلس میں

vii) نبی کریم ﷺ نے فرمایا علم کی مجلسیں ہیں:

(الف) جنت کے باغات (ب) جنت کے محلات

(ج) جنت کے میوے (د) جنت کی پھلواریاں

viii) آنحضرت ﷺ صبح شام اللہ سے دعا مانگتے تھے "اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں:

(الف) کاروبار کی ترقی کی (ب) نفع دینے والے علم کی

(ج) نفع دینے والی تجارت کی (د) نفع دینے والی زراعت کی

ix) نبی کریم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے کہ "اے میرے ربّ اضافہ فرما:

(الف) میری دولت میں (ب) میری ریاست میں

(ج) میرے علم میں (د) میری بصارت میں

x) علم انسان کے لئے بنیاد ہے:

(الف) عظمت کی (ب) امارت کی (ج) شہرت کی (د) دولت کی

2۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

i) نبی کریم ﷺ نے حصول علم کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

ii) نبی کریم ﷺ اپنے علم میں اضافے کے لئے کون سی دعا فرمایا کرتے تھے؟

iii) مسلمانوں کو کس قسم کے علوم حاصل کرنا چاہئے؟

iv) علم کی تلاش کے لئے اسلام کیا درس دیتا ہے؟

v) حصولِ علم کا فائدہ کیا ہے؟

vi) علم کی فضیلت کس چیز سے ثابت ہوتی ہے؟

vii) حصولِ علم کے لئے ہماری دعا کیا ہونی چاہئے؟

viii) علم کی اشاعت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ix) حصولِ علم کیلئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک بیان کریں۔

۲۔ اسلام میں خاندان کی اہمیت

مقاصد تدریس

اس سبق کی تکمیل کے بعد۔
- ☆ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں خاندان کی اہمیت سے طلباء کو واقفیت ہوگی۔
- ☆ احادیث نبوی سے خاندان کی اہمیت کو اُجاگر کر سکیں گے۔
- ☆ خاندان کی افادیت اور مقاصد سے آگاہی حاصل کریں گے۔

تعارف

خاندان اور کنبے کے متعلق بات کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک اجمالی نظر اس کائنات اور اس میں پائے جانے والے موجودات پر ڈالی جائے اور کائنات کی فطرت اور مزاج کا تھوڑا سا مطالعہ کیا جائے تو اس موضوع کی اہمیت مزید عیاں ہو جائے گی۔

کائنات کی فطرت اور قانون زوجیت

ربّ کائنات خالق موجودات کا فرمان ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝ (سورۃ یٰس۔۳۶:۳۶)

ترجمہ: ''ہر عیب سے پاک ہے' وہ ہستی جس نے ہر شے کا جوڑا بنا کر پیدا کیا۔ ان اشیا کی بھی جسے زمین اُگاتی ہے اور اُن کے اپنے نفوس کی بھی اور اُن چیزوں کی بھی جوڑی بنائی جن کو یہ نہیں جانتے''۔

سورہ ذاریات میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ. (سورۃ الذّاریات ۵۱:۴۹)

ترجمہ: ''اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنا کر پیدا کیئے تا کہ تم نصیحت حاصل کرسکو''۔

ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ زوجیت اور جوڑا جوڑا ہونے کا یا بالفاظِ دیگر خاندان کا یہ دائرہ بہت وسیع ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں۔ جس میں حیوانات' نباتات' جمادات' صامت و ناطق الغرض کائنات کی ہر شے شامل ہے۔ اس قانون سے کائنات کا کوئی ذرّہ مستثنیٰ نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اس کی حقیقت کا علم نہیں پاسکے۔

چونکہ انسان بھی کائنات کا حصہ ہے بلکہ اسے اشرف المخلوقات کا رتبہ و مقام حاصل ہے۔ اس لئے اس قانون فطرت کا یہ پابند ہے بلکہ رب ذوالجلال نے اس کو کائنات کے دوسرے عناصر اور موجودات پر برتری اور فوقیت دی ہے اور اسے

خلیفۃ اللہ فی الارض کا مقام عطا کیا ہے تو اس فوقیت کا تقاضا بھی ہے کہ انسان کے اجزاء ترکیبی' اس کے خاندان' اس کے کنبے اور اس کے بقاء اور تسلسل کا نظام زیادہ واضح، منظم اور قابل فہم ہو اور اس کو قابل عمل بنانے کے واضح اصول اور ضوابط ہونے چاہئیں۔

خاندان

انسانوں کے اُس معاشرتی گروہ کا نام ہے جس کے ارکان ازدواجی اور خونی رشتوں کے اٹوٹ بندھنوں سے بندے ہوتے ہیں۔ خاندان کے اہم عناصر میں ماں باپ، میاں بیوی اور اولاد بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ سلسلہ بتدریج وسعت اختیار کر کے دادا دادی، نانا نانی، خالہ ماموں اور چچا بھتیجے کی شکل میں کنبے کی صورت اختیار کرتے ہیں اور معاشرے کی بنیادی اکائی بن جاتے ہیں۔

خاندان کا آغاز

اس کائنات ارضی پر آباد ہونے والا پہلا کنبہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفہ بنا کر جب پہلی بار زمین پر بھیجا تو اس کے لئے خاندان کا انتظام بھی کر لیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ
مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَ نِسَآءً ۝ (سورۃ النساء۔۴:۱)

ترجمہ: ''جس نے تم کو ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں''۔

معلوم ہوا کہ زمین پر خلافت کا انتظام سنبھالنے کے لئے نسلِ انسانی کی بقاء ضروری ہے اور یہ ضرورت خاندان کے ذریعے ہی پوری ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّۃً ۝ (سورۃ الرعد ۳۸)

ترجمہ:۔ ''ہم نے آپ ﷺ سے قبل بہت سے رسولوں کو بھیجا اور ان کو بیوی بچوں والا بنایا''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء کرام جو دنیوی الجھنوں سے امکانی حد تک گریزاں رہتے تھے تجرّد کی زندگی بسر کرتے تھے بلکہ خانگی زندگی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہوتے تھے۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں رقمطراز ہیں کہ قرآن مجید میں جتنے انبیاء کا ذکر ہے سب شادی شدہ اور صاحبِ خانہ تھے۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر یہ سنت ادا فرمائیں گے۔

متعدد احادیث مبارکہ میں خاندانی اور اہلی زندگی اختیار کرنے کی تاکید آئی ہے۔

۱۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اے جوانو! تم میں جو آدمی (مہر ونفقہ) کی استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔ کہ نکاح نگاہوں کو نیچا کردینے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے''۔ اور جو نکاح نہ کر سکے تو اس کو چاہئے کہ روزے رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو کچلتا ہے۔ (متفق علیہ)

۲۔ حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کہ نکاح میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ ہم میں سے نہیں''۔ (متفق علیہ)

۳۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ صالح اور دیندار بیوی دنیا کی افضل ترین متاع ہے۔ (کنزل العمال)

۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بچہ ماں باپ کے لئے مہکتا ہوا پھول ہے۔ (کنزل العمال ج ۸)

اسلام میں خاندان کی اہمیت

کنبہ اور خاندان انسانی معاشرے کی پہلی اکائی ہے۔ زندگی کا آغاز اسی سے ہوتا ہے اور انسانی تمدن و معاشرے کی یہ پہلی اینٹ ہے۔ خاندان کی اساس مرد و زن کا باہمی ملاپ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام خاندان اور کنبے کے دونوں عناصر خواہ عورت ہو خواہ مرد، دونوں کو یکساں اہمیت دیتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا دائرہ کار متعین کرتا ہے۔ ہر ایک کے لئے اس کے حقوق کا تعین کرتا ہے اور ہر ایک کے فرائض اور ذمہ داریوں کا اعلان کرتا ہے اور ان حقوق اور فرائض کی ادائیگی پر زور دیتا ہے۔

خاندان کے مقاصد

انسان مدنی الطبع ہے۔ یہ لفظ اُنس کے مادے سے نکلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے مجرم کو قید تنہائی کی سزا دی جاتی ہے جو کہ انسان کی طبیعت کے منافی ہے۔ مذکورہ بالا آیات و حدیث کی روشنی میں خاندان کے مندرجہ ذیل مقاصد ہو سکتے ہیں۔

۱۔ انسانی دل میں ایک ایسا خانہ ہے کہ صرف زواج ہی سے تسکین پاتا ہے اور انسان کو سکون و اطمینان ازدواجی رشتہ میں منسلک ہونے سے ہی ملتا ہے اسی لئے فرمایا ''لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا'' (تاکہ تم سکون پاسکو)۔

۲۔ گھر حقیقت کا روپ اس وقت دھار لیتا ہے جب اس میں خاتونِ خانہ موجود ہو۔

۳۔ نِسَاءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ۔ بیوی شوہر کے لئے کھیتی کی حیثیت رکھتی ہے اور نسلِ انسانی کا تسلسل اسی سے وجود پاتا ہے۔

۴۔ ماں کی گود میں بچے پرورش پا کر اوصاف حمیدہ کی تربیت پاتے ہیں۔ ان کے مزاج کی نشوونما ہوتی ہے۔ ان کی استعداد اور صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔ زبان سے واقفیت حاصل کرتے اور آداب سیکھتے ہیں۔ دین اور عقیدے کی تعلیم پاتے ہیں اور ان کے اعمال کی صورت گری ہو جاتی ہے۔

۵۔ عفت اور حیاء کی فضا اور ماحول بننے لگتا ہے۔

۶۔ باہمی احترام، مودۃ اور محبت کے جذبات کی نشوونما ہوتی ہے اور سہارا مل جاتا ہے۔ تقسیم کار کے ذریعے زندگی میں

آسانیاں اور مقاصد کے حصول میں سہولت فراہم ہو جاتی ہے۔ اجتماعیت کا ایک مخصوص حلقہ وجود میں آتا ہے۔ جن کے مفادات مشترک ہوتے ہیں۔ سود و زیاں ایک ہوتا ہے۔ لہٰذا کنبہ جتنا قوی ہوگا اتنا ہی معاشرہ مضبوط و توانا ہوگا۔ جن قوموں نے کنبہ اور خاندان کو برباد کیا ہے ان کے مصائب اور مشکلات کا احاطہ اور اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ان حالات سے دوچار ہیں۔ اولاد جیسی نعمت جب انسان کی عمر کے آخری حصے میں میسر ہو تو آرام و سکون اور احترام کی زندگی گزرتی ہے۔ اپنے کاشت کئے ہوئے کھیت کا ثمر ملنے لگتا ہے اور اپنے اِرد گرد باہمی ہمدردی' محبت اور اُلفت کی فضا دیکھ کر جینے کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔

۷۔ خاندان کے ذریعے اسلام ایسے افراد کی تیاری چاہتا ہے کہ جو قوی الجسم' تندرست و صحتمند' پختہ سوچ رکھنے والے' ہنرمند اور کمانے والے ہوں۔ عقیدے میں پختہ' عبادات اور بندگیٔ رب کے پابند' نفس اور خواہشات پر قابو رکھنے والے' وقت کی قدر جاننے والے' منصوبہ بندی اور منظّم زندگی گزارنے والے ہوں۔ دوسروں کو نفع اور خیر پہنچانے والے ہوں۔ حقوق کی پاسداری کرنے والے، ملک و قوم کے محافظ و نگہبان ہوں۔ خیر اور نیکی پھیلانے والے ہوں۔ منکرات کو مٹانے اور آسانیاں پیدا کرنے والے ہوں۔

مشق

1۔ خالی جگہوں کو آیات اور احادیث کے مطلوبہ الفاظ سے پُر کر کے جملے مکمل کریں۔

i) و من کل شیءٍ .... لعلکم تذکرون۔ (ہم نے جوڑے بنا کر پیدا کیا)

ii) قاعدہ زوجیت سے صرف .... مستثنٰی ہے۔ اسی لئے تو وہ ....' .... ہے۔ اللہ اَحد ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔

iii) و جعل بینکم ....۔ (محبت اور رحمت)

2۔ مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جواب لکھیں۔

i) ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہے۔ تفصیل سے بیان کریں۔

ii) اسلام نے عزلت اور تجرد کی زندگی گزارنے کو پسندیدہ عمل قرار نہیں دیا۔ تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

iii) خاندان کے مقاصد اور اہداف بیان کریں۔

iv) انسانیت خاندان کی بربادی سے کن مشکلات سے دوچار ہو جاتی ہے؟

3۔ مختصر جواب دیں۔

(الف) انسانی معاشرے کی پہلی اکائی کیا ہے؟ (ب) انسانیت کی بقاء اور تسلسل کس ذریعے سے ممکن ہو جاتی ہے؟

(ج) کلیہ زوجیت سے کس کی ذات مبرا ہے؟ (د) کائنات کے ہر ذرّے میں کون سا اصول کارفرما ہے؟

(ہ) بڑے مجرموں کو قید تنہائی کی سزا کیوں دی جاتی ہے؟

باب چہارم

ہدایت کے سرچشمے/ مشاہیرِ اسلام

ا۔ حضرت امام حسینؓ

مقاصد تدریس

اس سبق کا مطالعہ کر کے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ معلومات دے سکیں گے کہ:

☆ حضور ﷺ کو حضرت امام حسینؓ سے کتنا پیار تھا۔ ☆ حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کیوں کیا۔

☆ حضرت امام حسینؓ نے سر کٹوا دیا مگر آپؓ نے اسلام کا نام بلند کر دیا۔

حضرت امام حسینؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے فرزند تھے۔ سن ۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ اپنے بڑے بھائی حضرت حسنؓ سے عمر میں ایک برس چھوٹے تھے۔ اپنے بڑے بھائی کی طرح آپؓ کا بچپن بھی رسول اللہ ﷺ کے سایے میں گزرا۔ آپؓ صورت و سیرت میں اپنے نانا کے بہت مشابہ تھے۔ جناب سرورِ کائنات ﷺ کو آپؓ سے بے حد محبت تھی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ حسینؓ میرا ہے اور میں حسینؓ کا ہوں۔

حضرت امام حسینؓ کا بچپن جناب رسالت مآب ﷺ کے سایہ عافیت میں گزرا۔ آپؓ سات برس کے تھے کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ چھ ماہ بعد والدہ ماجدہ بھی انتقال کر گئیں۔ شفیق باپ نے پرورش کی۔ حضرت حسینؓ نے علم میں کمال حاصل کیا۔ عمر کے ساتھ ساتھ طبیعت کا جوہر روشن تر ہوتا گیا۔ بلوغ کی منزل میں قدم رکھا تو حضرت حسینؓ علمی اور روحانی دونوں لحاظ سے انسانیت کے کمال پر تھے۔ حضرت حسینؓ نے دین اور ملت کی راہ میں وقتاً فوقتاً بے مثال کارنامے سر انجام دیئے۔

آپؓ اپنے والدِ ماجد حضرت علی المرتضیٰؓ اور اپنے بھائی حضرت حسنؓ کے دستِ راست رہے۔ صحابہ کرامؓ اپنی اولاد سے بڑھ کر حضرت امام حسینؓ سے محبت کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ دیگر مواقع پر بھی آپؓ کو تحفے تحائف دیئے جاتے۔ حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے جب صلح کر لی تو حضرت حسینؓ مدینہ میں مقیم ہو گئے اور اسلام کی خدمت میں مصروف رہے۔

یزید کی بیعت سے انکار

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد امام حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری اختیار کر کے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی۔ لیکن امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلے نے شدت اختیار کر لی۔ امام حسینؓ اور آپ کے چند ہم خیال ساتھیوں نے امیر معاویہؓ کے بیٹے یزید کی خلافت کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کی بیعت نہیں کی۔ کیونکہ آپ اسے خلافت کا اہل نہیں سمجھتے

تھے۔آپؓ نے یزید کی خلافت کے خلاف جہاد کر کے اسلام کی عزت و عظمت کو ہمیشہ کے لئے بچالیا۔

حضرت امام حسینؓ یزید کے کردار سے اچھی طرح واقف تھے۔ اس لئے جب مدینہ منورہ کے گورنر ولید نے آپؓ کو بیعت کے لئے بلایا تو آپ نے انکار کر دیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اس کی سیرت پاکیزہ نہ تھی۔ اسلامی حکومت کا یہ سربراہ نہیں ہوسکتا تھا۔آپؓ کے نزدیک یزید خلافت کا کسی طور اہل نہیں تھا۔

اسی دوران میں کوفہ کے لوگوں نے آپؓ کو بلایا اور یقین دلایا کہ آپؓ کوفہ آجائیں آپؓ کی بیعت کی جائے گی اور اُمت کو نااہل حکمران سے نجات دلائی جائے گی۔

حضرت امام حسینؓ نے کوفیوں کے مطالبہ پر اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا۔ جہاں ان کا پُر تپاک طریقے سے استقبال کیا گیا۔ یہاں کے حالات دیکھ کر مسلم بن عقیلؓ نے امام حسینؓ کو کوفہ میں تشریف لانے کو لکھا۔ اسی دوران یزید نے کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے بیعت کرنے والوں پر اتنی سختی کی کہ وہ تمام مسلم بن عقیلؓ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ حضرت امام حسینؓ مدینہ سے مکہ آئے اور وہاں سے کوفہ روانہ ہوگئے۔ جب آپؓ مکہ سے روانہ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روکنا چاہا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں عزم کر چکا ہوں۔ چنانچہ آپؓ نے ۸ ذوالحج کو مکہ سے کوچ کیا۔آپؓ کے ساتھ آپ کے کنبہ کے ۷۲ افراد شامل تھے۔ مکہ کے سفر میں آپؓ کی ملاقات مشہور شاعر فرزدق سے ہوئی جو کوفہ سے واپس آرہا تھا۔حضرت امام حسینؓ نے اس سے اہلِ کوفہ کا حال پوچھا۔فرزدق بولا ''ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلوار یزید کے ساتھ''۔آپؓ نے اللہ کے توکل پر سفر جاری رکھا۔

مقام ثعلبیہ پر راستے میں مسلم بن عقیلؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ آپؓ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ واپس مدینہ چلیں کیونکہ اہلِ کوفہ نے بے وفائی کی ہے۔حضرت امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا ''جو آدمی جانا چاہے آزاد ہے لیکن کسی نے آپؓ کا ساتھ نہ چھوڑا''۔آپؓ منزل کی طرف آگے بڑھے۔آپ کی آمد کی خبر سن کر ابن زیاد نے حر بن یزید کو ایک ہزار کے دستہ سے مقام اشراف پر پہنچایا اور آپؓ کا راستہ روک لیا۔

میدان کربلا

یزید کے فوجیوں نے حضرت امام حسینؓ کو ایسی جگہ روکا جہاں پانی ' کھانا اور رہائش کا انتظام نہ تھا۔ یہاں لشکر یزید نے آپ کو اور آپؓ کے ساتھیوں کو گھیر لیا۔آپؓ نے تین صورتیں پیش کیں:

۱۔ مجھے واپس جانے کی اجازت دی جائے۔

۲۔ مجھے یزید کے پاس پہنچا دو تاکہ میں اس سے خود بات کروں۔

۳۔ مجھے سرحدوں پر بھیج دو جہاں میں جہاد میں حصہ لے سکوں مگر آپ کی بات نہیں مانی گئی۔

حضرت امام حسینؓ جنگ میں پہل نہیں کرنا چاہتے تھے۔دشمن نے آپؓ پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا اور کثیر فوج

کے ساتھ آپؓ پر حملہ آور ہو گیا۔ آپؓ نے اور آپؓ کے جانثار ساتھیوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ دس محرم الحرام کو دشمن نے ہر طرف سے یلغار کر دی۔ آپؓ نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آپؓ کے خاندان میں سے سوائے حضرت امام زین العابدین کے جو بیمار تھے کوئی نہ بچا تمام شہید ہو گئے۔

مقصد شہادت

حضرت امام حسینؓ نے ۱۰ محرم الحرام سن ۶۱ ہجری کو میدان کربلا میں لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ انہوں نے حق و صداقت اور دین اسلام کے تحفظ کی خاطر نہ صرف اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا بلکہ اپنے کنبے کے بہترین قیمتی لعل بھی دین کی خاطر قربان کر دیئے۔ آپؓ نے رہتی دنیا تک یہ ایک روشن مثال قائم فرما دی کہ دین اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دو مگر غلط اور برے آدمی کی بیعت نہ قبول کرو۔ آپؓ صحیح معنوں میں حق کے داعی اور علمبردار تھے۔

کرتی رہے پیش شہادت حسینؓ کی — آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر — لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

(i آنحضرت ﷺ اپنے پیارے نواسے حضرت امام حسینؓ سے کتنی محبت فرماتے تھے؟ اپنے لفظوں میں بیان کریں۔

(ii حضرت امام حسینؓ (سید الشہداء) کی شہادت کا واقعہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

2۔ خالی جگہ پر کریں۔

(i مسلم بن عقیلؓ حضرت امام حسینؓ کے .... بھائی تھے۔

(ii حضرت امام حسینؓ مکہ سے .... کیلئے روانہ ہوئے۔

(iii .... کے حکم پر مسلم بن عقیلؓ کو قتل کیا گیا۔

(iv حضرت امام حسینؓ نے .... کی بیعت سے انکار کیا تھا۔

3۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت کا انکار کیوں کیا تھا؟

(ii حضرت امام حسینؓ کی شخصیت کے نمایاں پہلو لکھیئے۔

(iii حضرت امام حسینؓ نے اپنی جان کا نذرانہ دیکر کس چیز کو زندگی عطا کردی؟

4۔ جملوں میں چھپا اشارہ ڈھونڈیئے۔

(i ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری، میدان کربلا

(ii چچازاد بھائی، کوفہ کے حالات کی خبر گیری، قتل

(iii امیر معاویہؓ کا جانشین، نااہل

(iv دعوتی خطوط، ساتھ دینے کا وعدہ، دھوکہ

۲۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ. اَصْحَابِی کَا النُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْدَیْتُمْ۔ (الحدیث)

ترجمہ: ''میرے تمام ساتھی (صحابہ کرامؓ) درخشاں ستاروں کی مانند ہیں۔ تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے منزلِ مراد تک پہنچو گے''۔ (ارشادِ نبوی ﷺ)

تعارف

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ جلیل القدر صحابی تھے۔ آپؓ کا اصل نام عامر ابن عبداللہ بن الجراح تھا۔ مگر آپؓ ابوعبیدہ بن جراح کے نام سے مشہور ہوئے۔ جراح ان کے دادا کا نام تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اسلامی سپاہ کے سالار اور عشرہ مبشرہ میں شامل تھے۔ آپؓ نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کے ابتدائی دور ہی میں مکہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کے جانثار ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔

شخصیت

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ایک باوقار اور پرکشش شخص تھے۔ خوش مزاج اور خوش گفتار تھے۔ دراز قد چاق و چوبند جسم اور آنکھیں روشن اور چمکدار تھیں۔ کردار و اخلاق کے لحاظ سے متقی، پرہیزگار، حلیم اور نرم طبیعت رکھنے والے انسان تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پورے قبیلہ قریش میں تین لوگ ایسے تھے جن کا اخلاق و کردار سب پر بھاری تھا۔ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ، دوئم حضرت عثمان غنیؓ اور سوئم حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور ابوعبیدہؓ میری امت کے امین ہیں''۔ گویا حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو حضور ﷺ کی جانب سے ''امین الامت'' کا لقب ملا۔

آپؓ نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کیا اور مکی دور میں دشمنانِ اسلام کی جانب سے تمام طرح کی مخالفتوں اور دشمنیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ زندگی کے کسی بھی لمحے میں آپؓ کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ آپؓ ایک جی دار اور بہادر انسان تھے اپنے ساتھیوں اور رفیقوں کیلئے ریشم کی طرح نرم و گداز جبکہ دشمنوں کیلئے لوہا اور فولاد تھے۔ آپؓ میں بروقت درست فیصلہ کرنے کی بہترین صلاحیت موجود تھی۔ حضور ﷺ کی رفاقت اور تربیت نے آپؓ کی اس صلاحیت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں غیر مسلموں کا ایک وفد حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا کہ اپنے ساتھیوں میں سے ہمارے ساتھ کسی کو کر دیجئے جو ہمارے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں یقیناً ایک ایسا شخص تمہارے سپرد کروں گا جو طاقتور بھی ہوگا، دیانت دار بھی ہوگا اور عادل بھی ہوگا اور پھر

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ابوعبیدہؓ آج کے روز تم ہم سب پر بازی لے گئے۔ آپؓ دونوں ہجرتوں یعنی ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ میں شریک ہوئے۔ تمام غزوات میں نبی ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں رہائش اختیار فرمالی۔ آپؓ ہر غزوہ میں حضور ﷺ کے شانہ بشانہ رہے۔ بہادری کے اعلیٰ جوہر دکھائے۔ غزوۂ احد میں آنحضرت ﷺ کے رخسارِ مبارک سے خود کے حلقے اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالے۔ اسی کوشش میں آپؓ کے دو دانت بھی شہید ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر گواہ کی حیثیت سے دستاویز پر دستخط کئے۔ آپؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانۂ خلافت میں ایران اور شام کے خلاف اسلامی لشکر کی قیادت کی۔ عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت خالدؓ بن ولید کی معزولی کے بعد آپؓ کو اسلامی سپاہ کا سالارِ اعظم بنایا گیا۔ آپؓ کی کمان میں اسلامی فوج نے رومی سالار ہرقل کو جنگِ یرموک میں فیصلہ کن شکست دی اور اس طرح شام کا زرخیز ملک اسلامی مملکت کا حصہ بن گیا۔

اعزاز

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ان دس خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہیں حضور اکرم ﷺ نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔

وفات

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ملکِ شام میں تھے جب وہاں طاعون کی وباء پھیلی جس نے بے شمار لوگوں کو ابدی نیند سلا دیا۔ اس وباء کا علم جب حضرت عمر فاروقؓ کو ہوا تو انہوں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو وہاں سے نکلنے کے لئے کہا، مگر حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کو اہم نہیں سمجھا اور وہیں رہے۔ بالآخر ۱۸ ہجری میں اس وباء کا شکار ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

(i حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی شخصیت پر ایک مفصل نوٹ تحریر کریں۔

(ii حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے دین اسلام کیلئے کیا خدمات سرانجام دیں؟ اپنے لفظوں میں بیان کریں۔

2۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i حضرت ابوعبیدہؓ کا اصل نام تھا۔

(عاشر بن عبداللہ۔ غامر بن عبداللہ۔ عامر بن عبداللہ)

(ii حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے اسلام قبول کیا۔
(مکی دور میں۔ مدنی دور میں۔ فتح مکہ کے موقع پر)

(iii حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے اسلام قبول کیا۔
(حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر۔ حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر)

(iv حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اسلامی سپاہ کے سالارِ اعظم بنائے گئے۔
(خلافت صدیقیؓ میں۔ خلافت فاروقیؓ میں۔ خلافت عثمانیؓ میں)

(v غزوہ میں آپؓ کے دو دانت شہید ہوئے۔
(بدر۔ احد۔ خندق)

3۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپؓ کے اخلاق و کردار کو کن لفظوں میں بیان کیا ہے؟

(ii آنحضرت ﷺ کی جانب سے آپؓ کو کیا خطاب دیا گیا؟

(iii حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کا انتقال کس وجہ سے ہوا؟

(iv حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کا سب سے بڑا اعزاز کیا ہے؟

(v ملکِ شام میں جب طاعون کی وبا پھیلی تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ وہاں سے کیوں نہیں نکلے؟

4۔ اشارہ ڈھونڈیے۔

(i رومی سالار ہرقل، فیصلہ کن جنگ، ملکِ شام کا اسلامی مملکت کا حصہ بننا۔

(ii آنحضرت ﷺ کے رخسارِ مبارک پر زخم، خود کے حلقوں کو دانتوں سے نکالنا، دانتوں کا شہید ہونا۔

(iii بروقت اور درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت، رکن عشرہ مبشرہ، اسلامی سپاہ کے سالارِ اعظم۔

(iv حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت، عہدے سے معزول کیا گیا، سیف اللہ۔

- بڑوں کا ادب کرنا اچھی عادت ہے۔
- نیک بنو نیکی پھیلاؤ۔
- والدین کا احترام کرنا چاہیے۔
- سچ بولنا اچھی عادت ہے۔
- چوری کرنا گُناہ ہے۔
- صبح سویرے اُٹھنا اچھی عادت ہے۔
- علم کی روشنی پھیلاؤ۔
- جھوٹ بولنا بُری بات ہے۔
- اساتذہ کا احترام کرنا چاہیے۔
- صفائی نصف ایمان ہے۔

قومی احتساب بیورو بلوچستان

جملہ حقوق بحق بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ محفوظ ہیں

منظور کردہ صوبائی محکمہ تعلیم حکومت بلوچستان کوئٹہ، پاکستان No. SO (Academic)/ EDN:/ 2-6/ 2276 مورخہ 18 جنوری 2013 بمطابق قومی نصاب 2006ء اور نیشنل ٹیکسٹ بک اینڈ لرننگ میٹریل پالیسی 2007ء دفتر ڈائریکٹر بیورو آف کریکولم اینڈ ایکسٹینشن سینٹر بلوچستان کوئٹہ بحوالہ مراسلہ نمبر C.B /9019 مورخہ 21 جنوری 2013 اس کتاب کو بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ نے ناشر سے پرنٹ لائسنس حاصل کر کے سرکاری سکولوں میں مفت تقسیم کے لیے بھی طبع کیا ہے۔ بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ اور ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کا کوئی حصہ کسی امدادی کتاب یا گائیڈ وغیرہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

قومی ترانہ

پاک سَرزمین شاد بَاد   کِشورِ حَسِین شاد بَاد
تُو نِشانِ عَزمِ عالی شان   اَرضِ پاکِستان
مرکزِ یقین شاد بَاد

پاک سَرزمین کا نِظام   قُوّتِ اُخُوّتِ عوام
قوم، مُلک، سَلطنت   پائِندہ تابندہ باد
شاد بَاد منزلِ مُراد

پَرچَم سِتارہ و ہِلال   رَہبرِ تَرقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال   جانِ اِستقبال
سَایۂ خدائے ذُوالجلال

کوڈ نمبر ISL-IX/337(NP-2007)13   سیریل نمبر

سال اشاعت	ایڈیشن	تعداد	قیمت
2020	اول	12,000	Free